[illegible] पुस्तकालय
([illegible])
क्रमांक 517

لاؤتس

تاؤ تے چنگ

शारदा पुस्तकालय
(संशोधना शो. द. केंद्र)
क्रमांक ....517........

تاؤ تے چنگ

تاؤ تے چنگ

(چینی کلاسک)

لاؤتس

مترجم

یوسف حسین خاں

ساہتیہ اکادمی نئی دلّی

Tao-te-Ching : Urdu translation by Yusuf Hussain Khan of Chinese classic by Lao-Tze. Sahitya Akademi. New Delhi (1978), Price Rs. 9/-

ساہتیہ اکادمی نئی دلّی

قیمت :- نو روپے

پرنٹرز
جے۔ کے آفسٹ پرنٹرس دلّی ۔ ۶

لاؤتسُ کا تعارف

لاؤتسے کی کتاب، جس کا نام 'لاؤتس' یا 'تاؤ تے چنگ' ہے[1]، نئی نسل کے افراد کے درمیان چینی فلسفہ کے شہ پارے کی حیثیت سے اچھی طرح متعارف ہے۔ اس کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور کئی بار اہلِ علم کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔ اس کے باوجود طویل عرصہ سے اس کتاب کے مصنف اور مواد کا مسئلہ متنازعہ فیہہ ہے۔

تواریخی نقطۂ نظر سے، پہلی صدی قبل مسیح کے چینی دستاویزات اور قدیم کتابوں، جیسے 'چھوانگ تس'، 'ہان فئ

---

[1] لاؤتس کی سوانح۔

تس"، "شن تس"، "لوشیہ چھن چھیو"، اور "خوائی نان تس" وغیرہ کے اقتباسات سے بلاشبہ لاؤتس کی اس کتاب کی تصدیق ہوتی ہے، جو آج دستیاب ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں لاؤتان نامی ایک بڑا عالم تھا جسے لاؤتس بھی کہا جاتا تھا، اور یہ کہ ایک عام عقیدہ کے مطابق وہ "لاؤتس" نامی کتاب کا مصنف تھا اور کنفیوشیس اس سے درس حاصل کیا کرتا تھا۔ ابتدا میں، "چاؤ" اور "چھن" تاجداروں کے عہد کے شہ پاروں میں درج ان باتوں کے خلاف کسی نے بھی شبہ کا اظہار نہیں کیا۔

پہلی صدی قبل مسیح کے مشہور مؤرخ سسوماچھی این نے "شبہ چھی" کا ایک باب "لاؤتس لیہہ چھون" کے عنوان سے لکھا۔ اس میں مندرجہ بالا روایتوں سے اتفاق کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ لاؤتس قدیم چین کی ایک دکنی ریاست "چھو" کا باشندہ اور "چاؤ" سلطنت کا ایک مورخ جو بعد میں ریٹائر ہونے کے بعد سنیاسی ہو گیا تھا۔ ان باتوں کے علاوہ سسوماچھی این نے

لہ تواریخی شواہد۔

'لیہہ چھوان' کے آخر میں تین مختلف روایات کا ذکر کیا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق کنفیوشیس کے ہم عصروں میں لاؤ لائیتس نامی ایک شخص تھا۔ وہ بھی چھو ریاست کا شہری تھا اور اس نے تاؤ کے نظریات پر تصانیف چھوڑی ہیں۔ اس لئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لاؤ لائیتس ہی لاؤ تس تھا۔ دوسری روایت کے مطابق، لاؤ تس تاؤ مت کا ماننے والا تھا اور ۱۶۰ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہا کنفیوشیس کی موت کے ۱۲۹ سال بعد چاؤ سلطنت کا ایک مورخ تھائی شیہ تان تھا جس نے 'چھی' جا کر چھن شین کنگ[۳] سے ملاقات کی تھی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تھائی شیہ تان ہی لاؤ تس تھا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ لاؤ تس ۱۶۰ سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بہت سے لوگوں نے تھائی شیہ تان کا ذکر لاؤ تس کی حیثیت سے نہیں کیا ہے۔ تیسری روایت کے مطابق جس لاؤ تس کا ذکر سسو ما چھی این نے کیا ہے اس کا خاندانی نام لیہہ اور ذاتی نام ارح تھا۔ عام عقیدہ کے

---

[۳] چی ین ریاست کے ڈیوک شین۔

مطابق لی آرح کا بیٹا لی شنگ، "ویئی" ریاست کا ایک جنرل تھا اور تخمینہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کنفیوشیس کی وفات سے تقریباً دوسو برس بعد کا واقعہ ہوگا۔ اس لئے اس روایت کے مطابق بھی لاؤتس دوسو سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہا۔ آج ہماری نگاہ میں سسوماچھی این کی بیان کردہ تینوں روایات مشکوک ہیں۔ اس نے لاؤتس کے بارے میں مقبول تمام روایات کو، خواہ وہ مشکوک ہی کیوں نہ ہوں، نقل کر کے حقیقت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان میں سے ہر ایک کو درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پہلے بھی علمائے نے ضعیف اور صحت مند ہر طرح کی شہادتوں کی بڑے پیمانہ پر جانچ کی ہے۔ لیکن ان کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنی مشکل ہے۔ قدیم کتابوں کی شہادتوں کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "موسم بہار و خزاں کی کتھا" کے زمانہ میں صرف ایک خاندانی نام لاؤ تھا اور لی کوئی خاندانی نام نہیں تھا۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ لاؤتس کا خاندانی نام لاؤ رہا ہو اور اسے تان کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہو۔ اس کے علاوہ لاؤتس کی کتاب "لاؤتس" ہی کہا گیا۔ یہ دو ایسے تواریخی شواہد ہیں جن سے ہر شخص متفق ہے۔

گرچہ قدیم کتابوں میں لاؤتس اور کنفیوشیس کو ہم عصر بتایا

گیا ہے۔ پھر بھی ان کے رشتہ کے بارے میں زبردست اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ لاؤتس اور لوشیہ چھن چھیو، دونوں ہی کے مطابق لاؤتس، کنفیوشیس کا گرو تھا۔ لیکن چوانگ تس، نامی کتاب[4] میں، جو زیادہ تر حکایتوں پر مبنی ہے کنفیوشیس اور لاؤتس سے مباحثے درج ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں تاؤ مت کے ماننے والوں کے ساتھ جانبداری برتی گئی ہے اس لئے اسے تاؤ اور کنفیوشیس مت کے ماننے والوں کے درمیان اس زمانے میں ہونے والی نظریاتی جنگ کے لئے ایک فریق کی وکالت ہی سمجھنا چاہیئے۔ اس طرح اس کتاب کو بھی پوری طرح قابلِ بھروسہ نہیں کہا جا سکتا۔ مزید برآں، کنفیوشیس کے شہ پارہ 'لی چی'[5] کے پانچویں حصہ میں چار جگہوں پر درج ہے کہ کنفیوشیس نے لاؤتس سے استفسار کیا تھا یہ کتاب پہلی صدی قبل مسیح کی تالیف ہے اور اس میں زیادہ قدیم مواد محفوظ ہونے کی توقع ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قدیم زمانہ میں کنفیوشیس کے پیرو بھی لاؤتس کو

---

[4] ۲۲۷ تا ۱۸۴ صدی قبل مسیح۔ کنفیوشیس سے منسوب واحد کتاب جو 'لو' ریاست کی کتھا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ [5] رسوم کی کتاب: اس حصہ میں رسوم سے متعلق وہ سوالات درج ہیں جو سنگ سو نے کنفیوشیس کے سامنے پیش کئے تھے۔

کنفیوشیس کا گرو مانتے تھے۔ اس طرح لاؤتس اور کنفیوشیس چھٹی۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں رہے ہوں گے اور تواریخی حقیقت شاید یہی ہے کہ کنفیوشیس نے لاؤتس سے ملاقات کی تھی جو عمر میں اس سے بڑا تھا۔ ان کی ملاقات کب اور کہاں ہوتی، اس سلسلہ میں گزشتہ زمانہ کے علماء نے بہت سے شواہد کی جانچ پڑتال کی ہے، جن میں سے بعض شواہد قابلِ بھروسہ بھی تھے۔ پھر بھی قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے اور ان میں سے ہر ایک سے یہاں بحث کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔

'لاؤتس' کے فکری مواد پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کنفیوشیس اور مو اسکول کے ذریعہ پیش کردہ "تدبر"، 'دور اندیشی'، 'کریم النفسی'، 'تقویٰ'، 'وسیع العلمی'، 'جدلیات'، اور 'جوہر کی قدر' وغیرہ اصولوں کی واضح طور پر مخالفت ہے۔ یہ اصول 'موسمِ بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ کے بعد کی دہائی میں اور اصول پرست نظریات کی ابتداء کے زمانہ میں رائج تھے۔ پھر اسی کتاب میں 'دس ہزار رتھوں کا مالک'[6]، 'سکنڈ ان کمانڈ' (SECOND-IN.COMM-AND)[7]

---

[6] تاؤ تے چنگ، باب ٢٦ - [7] تاؤ تے چنگ: باب ٣١

جیسے القاب کا بیان ہے جو 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ کے بعد ہی استعمال کئے گئے تھے۔ ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کنفیوشیس کے ہم عصر لاؤتان نے 'لاؤتس' نامی کتاب نہیں لکھی تھی بلکہ 'جنگجو ریاستوں' کے عہد[ش] کے کسی انجان آدمی کے ذریعہ لکھی گئی تھی۔ مندرجہ بالا باتیں ماضی کے علماء کے ذریعہ پہلے ہی پیش کی جا چکی ہیں۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پاس اپنی رائے کی حمایت میں دلائل موجود تھے۔ اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے اخذ کردہ نتائج سے اتفاق کریں۔ لیکن اس سے مسئلہ کا ایک ہی پہلو سامنے آتا ہے، کیونکہ 'لاؤتس' کے فکری مواد کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ اس میں اکثر 'جنت'، 'صراطِ مستقیم' اور 'جنت کی راہ' وغیرہ کا استعمال ہوا ہے۔ ان الفاظ کے عمیق مفاہیم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا استعمال پوری طرح انہیں معنوں میں ہوا ہے جن معنوں میں ان کا استعمال 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے عہد میں ہوا تھا۔ پھر 'لاؤتس' میں موجود تواریخی اشارے جیسے:

[ش] ۴۰۳ تا ۲۲۱ صدی قبل مسیح

۱۔ " وہ لوگ اپنے اپنے ہاتھ میں ہرت چکّر سنبھال لیں اور چار گھوڑوں والے رتھ پر آگے بڑھیں۔ " [۹]

یہ مفہوم کے اعتبار سے قدیم رسومات سے ملتا جلتا ہے۔ یہاں ہم ‘چنگ’ ریاست کے ‘سین کاؤ’ کے واقعہ کا حوالہ دے سکتے ہیں جس میں ‘سو چوان’ میں ‘چے این’ سپاہیوں کو انعامات ملنے کا ذکر موجود ہے۔ [۱۰]

۲۔ " خوشی کے مواقع پر بائیں بازو کی جگہیں اور غم کے مواقع پر دائیں بازو کی جگہیں مراتب کے لحاظ سے اہم سمجھی جاتی ہیں۔ " [۱۱]

اس میں بھی معنوی اعتبار سے ایک قدیم اشارہ موجود ہے اور اس سلسلہ میں ہم ‘لی چی’ کے دوسرے حصّہ ‘توان کنگ’ کا حوالہ دے سکتے ہیں جس میں کنفیوشیس کی بڑی بہن کی موت کا ذکر موجود ہے۔

---

[۹] تاؤ تے چنگ : باب ۶۲

[۱۰] موسم بہار و خزاں کی کتھا پر ایک تبصرہ۔

[۱۱] تاؤ تے چنگ : باب ۳۱

۳۔ "اس لئے کسی بھی جنگ میں فتح کے موقع پر انہیں صبح کی عبادات کے مطابق رکھا جاتا ہے۔" [12]

اور "جب دو دشمن ملتے ہیں تو دردمند انسان ہی فاتح ہوتا ہے۔" [13]

ان میں بھی معنوی اعتبار سے قدیم اشارے موجود ہیں۔ اور یہاں سو چوان میں درج اس واقعہ کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کے مطابق چن ریاست کے شہزادہ سیاآنگ نے چھن کی فوج کو اس وقت شکست دی جب وہ عبادت میں مصروف تھی۔

ان تمام اشاروں کا پسِ منظر ’موسمِ بہار و خزاں کی کتھا‘ کے زمانہ سے متعلق حقائق میں مل سکتا ہے۔ اور پھر یہ اشارے اہم تقریبات سے متعلق ہیں۔ اس لئے یہ ہماری توجہ چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ’لاؤتس‘ میں بڑی اور چھوٹی ریاستوں کا رشتہ بھی زیرِ بحث آیا ہے۔ ان کے درمیان پر امن بقائے باہمی کی

---

[12] تاؤ تے چنگ: باب ۳۱

[13] تاؤ تے چنگ: باب ۶۹

ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ چھوٹی ریاستوں کو بڑی ریاستوں کی اطاعت گزار اور بڑی ریاستوں کو چھوٹی ریاستوں کے تئیں مہربان ہونا چاہئیے۔ حکومت سے متعلق اس قسم کے حقیقت پسندانہ خیال کا اطلاق 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ میں ہی مختلف ریاستوں کے آپسی تعلقات پر ہو سکتا تھا، نہ کہ 'جنگجو ریاستوں' کے زمانہ میں جبکہ سات ریاستوں کے باہمی تنازعات کی وجہ سے فضا مکدر بنی ہوئی تھی۔ اور پھر 'راہ' سے متعلق فلسفیانہ خیال پہلی دفعہ 'لاؤتس' میں خصوصیت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ بعد کے تاؤمت کے پیروؤں نے اسے 'لاؤتس' سے ہی وراثت میں حاصل کر کے ترقی دی۔

اس طرح اس نئے خیال کا مفسر لکھتا ہے:

> "اس کا ٹھیک ٹھیک نام میں نہیں جانتا لیکن میں
> اسے 'راہ' کی عرفیت سے مخاطب کرتا ہوں اور اپنی
> زیادہ سے زیادہ صلاحیت کو کام میں لا کر اس کے لئے
> لفظ تلاش کر کے مجھے اس کو 'عظیم' کہنا چاہئیے۔"[۱۴]

---

[۱۴] تاؤتے چنگ، باب ۲۵

ان الفاظ کے ذریعہ مصنف نے اصل نام اور عرفیت کے فرق کو ظاہر کیا ہے جسے 'موسمِ بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ کے حکمراں طبقہ نے رواج دیا تھا۔ اس زمانہ میں ہی ہم اعلیٰ طبقہ میں خاص نام کی تعظیم اور عرفیت کی توصیف کرنے کے پرانے طریقہ کا درشن کرتے ہیں جو بعد کے جنگجو ریاستوں کے عہد کے رواج کے برعکس ہے، کیونکہ اس عہد میں خاص نام تو پائے جاتے ہیں مگر عرفیت نہیں۔ اس کے علاوہ ماضی میں ایسے افراد تھے جنہوں نے اس کی نشاندہی کی کہ 'لاؤتس' میں "جاتز شکایت"[١٥] کی بہتری وکالت کا تعلق "صدمے کا بدل مہربانی" سے دینے، کے خیال[١٦] سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی توثیق 'انے لیکئس آف کنفیوشیس' میں درج کنفیوشیس کے خیالات سے نہیں ہوتی۔ 'وجود'، 'عدم وجود'، 'خلا'، 'حقیقت'، 'اکرم میں کرم'، 'بے عملی کے ذریعہ عمل'، جیسے الفاظ جو 'لاؤتس' میں پائے جاتے ہیں یقینی طور پر، خیال کے اعتبار سے، ان

---

[١٥] تاوتے چنگ، باب ٦٣

[١٦] لن یو یا انے لیکئس آف کنفیوشیس۔ حصہ X.١٧

الفاظ سے ملتے جلتے ہیں — جیسے :-

"ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس نہیں ہے" "مکمل ہو کر بھی اپنے آپ کو خالی سمجھتا ہے؛ بے عزت ہو کر بھی کسی جھگڑے میں نہیں پڑتا۔" [۱۷] اور

"بنا کوشش موثر طور پر حکومت کرنے پر بھی کیاشَن کی مثال نہیں دی جانی چاہیئے۔" [۱۸] وغیرہ۔

اس طرح کل ملا کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ 'لاؤتس' کے تمام بنیادی خیال 'موسمِ بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ میں رائج خیالات سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کو 'جنگجو ریاستوں' کے عہد کی پیداوار سمجھنے کے بجائے 'موسمِ بہار و خزاں کی کتھا' کے نصف آخری زمانہ کی پیداوار سمجھنا چاہیئے۔

'لی چی' کے پانچویں حصہ کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے جس کے مطابق کنفیوشیس نے لاؤتان سے رسومات کے بارے میں استفسار کیا تھا اور اس لئے لاؤتان رسومات سے متعلق گہری

---

[۱۷] لُن یو: حصہ XV، باب ۵

[۱۸] لُن یو: حصہ XV، باب ۴

معلومات رکھتا تھا۔ لیکن 'لاؤتس' سے اس کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اس کتاب میں 'کریم النفس تقویٰ' اور 'رسومات' کی مخالفت ملتی ہے۔ مزید برآں اس کے مطابق ''حلیم برتاؤ'، وفاداری اور ایمان کی پختگی کا ہلکا خول اور انتشار کی ابتداء' ہے[۱۹]۔ اسی بنیاد پر 'چھنگ' سلطنت کے ایک عالم وانگ چنگ نے 'لاؤتان' اور 'لاؤتس' نامی کتاب کے رشتہ کو رد کیا ہے۔ پھر بھی ہمارے خیال سے یہ نقطۂ نظر محدود اور نامکمّل ہے۔ یہ درست ہے کہ 'لاؤتس' میں رسومات مخالف الفاظ موجود ہیں لیکن اس سے صرف ان رسمی اخلاقیات کی مخالفت مقصود ہے جو بے روح اور گمراہ کن ہیں۔ پوری کتاب کی روح پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی بھی طرح نہ تو 'رسوم مخالف' ہی ہے اور نہ ہی 'مذہبی تقاریب' سے آزادی کی وکالت کرتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ کتاب کسی بھی طرح 'وفاداری' کی بھی منکر نہیں۔ 'لاؤتس' میں موجود سبھی اشارے، جن کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے، قدیم رسوم سے متعلق ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ مصنف ان کے بارے میں گہری معلومات رکھتا تھا۔ مصنف کا

---

[۱۹] تاؤتے چنگ: باب ۳۸

مقصد داخلی سعی کے ذریعہ حکومت کے ضروری مفاہیم کو سمجھانا تھا، جس کے لئے گہری وفاداری کی ضرورت تھی اور جو انسان کو بالآخر سادہ اور بے ریا زندگی کی طرف لے جاتی تھی۔ قدیم چینی دانشوروں نے اسی کو رسومات کی بنیاد مانا ہے۔ 'لاؤتس' کے علاوہ اس قسم کے خیالات دوسری قدیم چینی کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم 'رسمیات کی کتاب'[2] کے دوسرے باب کا حوالہ بھی دے سکتے ہیں جس میں 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے آخری زمانہ میں موجود چواؤ فینگ نے 'لو' ریاست کے ڈیوک اے آئی کے سوالات کا جواب دیا ہے۔ چونکہ 'لاؤتس' کا مصنف اور چواؤ فینگ دونوں ہی 'رسمیات' کی اہمیت سے پوری طرح واقف تھے، اس لئے وہ ان مذہبی تقاریب کی مخالفت میں دوسروں سے سبقت لے گئے جو غلط اور گمراہ کن تھیں۔ اس مخالفت کے باوجود ان کے اس یقین سے کہ قدما، ان کے ہم عصروں سے بہتر تھے ان کی رجعت پسندی اور عقلیت پسندی کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اپنے عہد کی

---

[2] لی جی: تان گنگ کی کتاب، دوسرا حصہ۔

زوال پذیری کو قبول کر لیا تھا، اور یہ ٹھیک نہیں تھا۔ بہرحال اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گرچہ 'لاؤتس' رسمیات مخالف کتاب ہے پھر بھی کنفیوشیس نے لاؤتان سے رسوم کے بارے میں سوالات کئے تھے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی نہیں نکلتا کہ لاؤتس کی کتاب اور لاؤتان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں یا یہ کہ 'لاؤتس' کا مصنف اور لاؤتان ایک ہی شخص نہیں۔ دراصل معاملہ اس کے برعکس ہی ہے۔ صرف اسی وجہ سے اتنی تشریح کی ضرورت پیش آئی ہے کہ لاؤتس کے مواد اور لاؤتان کے تعلق موجود ہے۔ 'لاؤتس' میں درج 'رسمیات۔ مخالف' خیالات نہ صرف یہ کہ مذہبی رسوم کا راہ میں حارج نہیں ہوتے۔ بلکہ انہیں لاؤتان سے منسوب بھی کیا جا سکتا ہے جو اس کا گہرا علم رکھتا تھا۔

'لاؤتس'، کامیابی اور ناکامیابی، تکمیل اور غیر تکمیل، سکھ اور دکھ، نفع اور نقصان، کے تواریخی جدلیات سے بھری پڑی ہے۔ اس تبدیلی کو اچھائی کی طرف متحرک کرنے اور برائی سے بچانے کے لئے مصنف نے عام لوگوں اور خاص کر راجاؤں اور خاندانی لوگوں کو نرم اور منکسر المزاج ہونے اور خود نمائی اور ظلم سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ صرف اسی نقطۂ نظر

سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی تعلیم کلی طور پر ان 'اعلیٰ اوصاف کے معزز لوگوں'، کے ذریعہ 'داخلی تلاش' سے مطابقت رکھتی ہے، جنہوں نے 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے زمانہ میں رسمیات کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ 'رسمیات کی کتاب'[21] کے پہلے باب میں کہا گیا ہے :-

> " خود کو منکسر المزاج بنانے اور دوسروں کو عزت بخشنے میں ہی شائستگی کی پرکھ ہوتی ہے۔ "

اس سے بھی اسی خیال کا اظہار ہوتا ہے اور 'تسو چوآن' میں بھی، جس میں 'موسم بہار و خزاں کی کتھا' کے عہد کی تواریخ اور اہم اشخاص کا ذکر درج ہے، یہ لکھا ہے کہ انہوں نے آداب کی ضروری تعلیم کو بہت اہمیت دی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انسان کو سادگی پسند اور منکسر المزاج ہونا چاہیئے تاکہ مغرور ہونے سے بچا رہے۔ یہ ذہنی رویہ 'لاؤتس' یا لاؤتان سے پوری طرح میل کھاتا ہے۔ 'لاؤتس' کا جو مواد اب ہمیں دستیاب ہے اس کے بارے میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ لاؤتان کی بنیادی

---

[21] لی چی : چاولی کی کتاب یا قوانین دولت کا خلاصہ۔

روح کی کسی حد تک نمائندہ ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لاؤتس میں اٹھائے گئے سوالات کو، دراصل "موسمِ بہار و خزاں کی کتھا" کے زمانہ کے بعد پھیلنے والے مختلف مکتبۂ فکر کے خیالات کو رد کرنے کے لئے "جنگجو ریاستوں" کے عہد کے کسی شخص کے ذریعہ کی گئی تحریف سمجھنا چاہیئے۔

قدیم چین میں تقریباً تمام فلسفیانہ خیالات کا آدان پردان، اس زمانہ کی روایات کے مطابق، استاد۔ شاگرد کے درمیان زبانی ہدایات کی شکل میں ہوا کرتا تھا۔ بہت دنوں بعد ان کو تحریر کیا جانے لگا یا کتاب کی شکل دی گئی۔ اس طریقۂ کار کی وجہ سے، کتاب کے اصل مواد میں بعد کی نسلوں کے ذریعہ ترمیم، تنسیخ یا اضافہ کی خاصی گنجائش تھی۔ "لاؤتس" کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں ۵۰۰۰ (۵ ہزار) سے کچھ زیادہ ہی الفاظ ہوں گے۔ اس کا اسلوب گٹھا ہوا ہے اور زیادہ تر جملے مقفّیٰ ہیں۔ ساتھ ہی بہت سے قدیم محاورات درج ہیں۔ شاید پہلی صدی قبل مسیح کے اواخر تک "لاؤتس" کلاسیک کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ اور یہ تقریباً دوسری صدی عیسوی کی بات ہے کہ لاؤتس کی کتاب "تاؤتے چنگ" کے نام سے

مقبول ہوئی۔ اصل کتاب دو حصوں میں منقسم تھی۔ دوسری صدی قبل مسیح کے زمانے میں اسے ۸۱ ابواب میں تقسیم کیا گیا (جبکہ اس سے قبل یہ غالباً ۷۲ ابواب پر مشتمل تھی)۔ اس بحث سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہو گی کہ "لاؤتس" میں دو مختلف قسم کا فکری مواد موجود ہے ایک کا تعلق "موسمِ بہار و خزاں کی کتھا" کے عہد سے ہے جبکہ دوسرے کا "جنگجو ریاستوں" کے عہد سے۔ لیکن پوری کتاب میں مجموعی طور پر ایک مرکزی خیال اور نظم موجود ہے۔ یعنی اس کی تالیف میں بے ترتیبی نہیں پائی جاتی۔ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کتاب کا مصنف یا مؤلف کون ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ "جنگجو ریاستوں" کے عہد میں "چھو" ریاست کے کسی ہوآن یوآن کی تخلیق ہے۔ یہ محض قیاس ہی ہے کیونکہ ابھی تک کوئی ایسا دستاویزی ثبوت نہیں ملا ہے جس کی بنیاد پر قابلِ اعتماد سائینسی نتیجہ برآمد کیا جا سکے۔ پھر بھی ہم اس کتاب کے مواد اور دوسرے شہ پاروں کے دستیاب مواد کی بنیاد پر "لاؤتس" کا زمانہ متعین کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

"لون یو" میں کنفیوشس نے کہا:-

"فطرتاً انسان ایک جیسے ہی ہوتے ہیں، عمل

سے وہ الگ الگ ہو جاتے ہیں“۔ ۲۲

اور تس کنگ نے دکھ کے ساتھ کہا:۔

”انسانی فطرت اور جنت کی راہ کے بارے میں
اس کی رائے سننے کے لائق نہیں ہے“۔ ۲۳

’چوانگ تس‘ میں ’فطری مزاج‘ کے بارے میں متعدد باتیں درج ہیں۔ ’مینگ تس‘ میں ’من سی یس‘ اپنے مریدوں کو درس دیتے ہوئے اپنی رائے پیش کرتا ہے کہ انسانی فطرت اچھی ہوتی ہے یا بری۔ کنفیوشیس کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے دینس چھی ین، چھی تاؤ خائی، شی شوآؤ، کنگ سن، نی تس وغیرہ اور دوسرے تمام لوگ انسانی فطرت کا ذکر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لی چی کی کتاب ۲۸ میں اور ’مینگ تس‘ میں ’جنت اور فطرت‘ کے رشتہ کا ذکر موجود ہے۔ پھر بھی لاؤ تس ان خیالات کے اثر سے بالکل ہی بے نیاز ہے، یہاں تک کہ نہ تو اس میں ’فطری مزاج‘ کا ذکر ہے اور نہ

---

۲۲ لُن یو، حصہ XVII، باب ۲

۲۳ لُن یو، حصہ V، باب ۱۲

لفظ 'فطرت' کا ہی کہیں ایک جگہ بھی ذکر ملتا ہے یہ پہلا نکتہ ہے جو قابلِ توجہ ہے۔

'گوان تزں' کے دو حصے 'دماغ کی ساخت' سے متعلق ہیں اور ایک۔ ایک حصّے 'دل کی ویرانی'، اور 'باطنی آواز' سے متعلق ہیں۔ یہ چاروں حصّے غالباً 'جنگجو ریاستوں' کے وسطی زمانہ میں لکھے گئے تھے۔ ان میں ہم مختلف فکری دھاراؤں کو مل جل کر ایک فکری دھارے کی شکل میں بدلتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں جس میں تاؤ نظریات بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس میں تاؤ مت کا 'راہ اور اس کی خوبی' اور 'بے عملی'، کنفیوشس کے پیروؤں کا 'عشق اور تقویٰ' اور 'خوش اخلاقی' یہاں تک کہ شریعت پسندوں کے کچھ اصول بھی موجود ہیں۔ لیکن 'لاؤتس' ان میں ملوث ہونے سے بچی رہی۔ اسی زمانہ میں شی ین بوہانی نے بھی شریعت پسندوں کے فکری دھارے کو تاؤ وادیوں کے فکری دھارے کے ساتھ ملادیا ہے۔ اور اس نے 'شہنشاہ کے فرائض' اور 'سیاست دانوں کے فرائض' کا ذکر کیا ہے۔ 'کوان تس' کے پہلے اور دوسرے حصّہ میں بھی اسی قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں

جو ’جنگجو ریاستوں‘ کے وسطی عہد میں اٹھے تھے۔ ’لاؤتس‘ میں اس قسم کے خیالات یا مسائل کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یہ دوسرا قابلِ توجہ نکتہ ہے۔

’چوانگ تس‘ میں ’جنت‘ اور ’انسان‘ کے باہمی رشتوں کی تشریح پر بہت زور دیا گیا ہے۔ جبکہ ’لاؤتس‘ میں اس بات کی تشریح پر بہت زور ہے کہ ’جنت‘ اور ’انسان‘ بنیادی طور پر ایک فکری وحدت ہیں۔ اس میں زمین اور جنت کی تمام مخلوق کو متاثر کرنے والی تبدیلیوں کے درمیان ’غیر تغیر پذیری‘ کی بات کہی گئی ہے، جبکہ ’چوانگ تس‘ میں ’غیر تغیر پذیری‘ کی مخالفت کی گئی ہے۔ اس میں ’غیر تغیر پذیری‘ کے بنا تغیر کا اپدیش دیا گیا ہے اور دوسرے مسائل کے ساتھ۔ ساتھ ’جنت‘۔ ’انسان‘۔ ’راہ‘۔ ’خوبی‘۔ ’صفریت‘، ’باطنی غیر وجودیت‘۔ ’جوہر‘۔ ’قوت حیات‘ وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ تمام خیالات، ’لاؤتس‘ میں درج خیالات سے لئے گئے ہیں۔ اور ان میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ’لاؤتس‘ میں پائے جانے والے خیالات کے بارے میں کوئی بھی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی جا سکتی کہ یہ ’چوانگ تس‘ کے بعد کی تخلیق ہے۔ حقیقتاً ’چوانگ تس‘

میں کوان این، اور لاؤ تان کے اصولوں کا توصیفی انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور انہیں زمانۂ قدیم کے عظیم ترین اور حق پرست لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ تیسرا قابلِ غور نکتہ ہے۔

مذکورہ تینوں نکتے، جو 'لاؤتس' میں درج نہیں ہیں تب ہی مسائل کی شکل میں سامنے آتے ہیں جب ہم کتاب کی تحقیق منفی پہلو سے کرتے ہیں۔ اس لئے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کتاب کی شکل بہت بعد میں نہیں دی گئی ہوگی ہم 'لاؤتس' کے مواد پر مبنی مثبت ٹھوس ثبوت پیش کر چکے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں مندرجہ بالا تینوں باتوں کے خلاف خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تالیف بہت پہلے بھی نہیں ہوئی تھی۔ ا۔ اگر ہم دونوں قسم کے شواہد کو ملا دیں، تو اندازہ لگا سکتے ہیں کہ 'لاؤتس' کی تخلیق کا زمانہ 'جنگجو ریاستوں' کے ابتدائی زمانہ سے

وسطی زمانہ تک ۳۹۲ ـ ۳۵۲ ق م کے درمیان، شاید ماؤتس کی موت کے بعد، لی لی، ووچھی اور شانگ یانگ کے ذریعہ شریعت پسندوں کی حمایت کئے جانے کے بعد اور 'چھی' ریاست کے راجکمار وے ای کے ذریعہ 'چی شیا'

میں اکادی کے قیام کے وقت مانا جانا چاہیئے۔ مذکورہ اکادی نے ایک دوسرے سے بردست پیکار مختلف مکتبِ فکر کی یکجہتی کی حمایت کی تھی۔ ‘لاؤتس’ کی تالیف نے ہی ‘تاؤ’ پسندوں کے خیالات کو ‘چی شیا’ اسکول میں تقویت پہنچائی ہوگی نہ کہ اس کے برعکس ہوا ہوگا۔ ‘لاؤتس’ کی تالیف کے زمانہ کے اس تعین کے بعد ہمیں اس بات کا بھی اطمینان بخش جواب مل جاتا ہے کہ کنفیوشیس پسندوں کے ‘کریم النفس تقویٰ’ ‘موہست پسندوں’ کے ‘صلاحیت کی تعظیم’ اور شرعیت پسندوں کے اصولوں کی ‘لاؤتس’ میں ایک ساتھ ان کو ایک دوسرے میں ملوث کئے بغیر کیوں مخالفت کی گئی ہے۔ اور اسی وجہ سے ‘چی شیا’ اسکول کے تاؤ خیالات کو اس کا سب سے بڑا ذریعہ مان کر اس کی تشریح کی گئی ہے۔ جہاں تک ‘چوانگ تس’ کا سوال ہے وہ تقریباً ۳۶۰ ـــ ۳۰۰ ق م یعنی یقینی طور پر لاؤتس کی تالیف کے بعد ہی سامنے آیا ہوگا۔

مختصراً، ‘لاؤتس’ میں پائے جانے والے بنیادی خیالات سب سے پہلے، پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح کے

دوران لاؤتان کے ذریعہ پیش کئے گئے ہوں گے، جو شروع میں مورخ تھا اور بعد میں سنیاسی ہو گیا تھا؛ کچھ عرصہ تک سینہ بہ سینہ چلنے اور ترمیم و اضافہ کے بعد چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط میں اسے اس کتاب کی موجودہ شکل دی گئی ہو گی یہی ایک قرینِ صحت تخمینہ ہو سکتا ہے۔ فطری طور پر، یہ بالکل درست تو نہیں ہو سکتا مگر شاید یہ حقیقت سے بہت زیادہ دور بھی نہ ہو۔

اب ہم مختصر طور پر ‘لاؤتس’ میں مندرج خیالات سے بحث کریں گے۔ سب سے پہلے اس میں ‘راہ’ کے خیال کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق عالم فطرت اور معاشرہ میں اعمالِ انسانی کے تغیرات ایک متعین اصول پر مبنی ہیں جس کی پیروی پر طویل بقا اور غفلت پر فنا لازمی ہے۔ اسی اصُول کو ‘راہ’ کہتے ہیں۔ اس کا ایک خارجی اور آزاد وجود ہے اور اس میں کائناتی تقابل تسخیر حرکیت پنہاں ہے۔ ‘راہ’ خدا اور جنت کی تخلیق سے بھی پہلے وجود پذیر ہوئی۔ یہ خارجی عینیت پسندی سے ملتا جلتا خیال معلوم ہوتا ہے۔ لیکن لاؤتس نے یہ بھی کہا ہے:

” انسان زمین کے مطابق اپنی شکل اختیار کرتا ہے،

جبکہ زمین ‘جنت’ کے مطابق، جنت ‘راہ’ کے مطابق، اور ‘راہ’ اپنے آپ سے۔"

یہاں مراد یہ ہے کہ خارجی دنیا کی تبدیلی انسانی مرضی کے مطابق نہیں ہوا کرتی۔ اس نقطۂ نظر سے ‘راہ’ خارجی دنیا کی تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اسے مادیت پسند تصور مانا جا سکتا ہے۔

لاؤتس نے ‘نیکی’ سے بھی بحث کی ہے۔ اس نے تسلیم کیا ہے کہ اگر انسان تمام تغیرات سے نجات پانے کی قوت حاصل کرنے کیلئے ‘راہ’ پر قابو پانا چاہتا ہے تو اسے یقینی طور پر نیکی اختیار کرنی چاہیئے۔ یہاں لفظ ‘نیکی’ انسان کی داخلی سعی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گرچہ لاؤتس نے اس بات کی تشریح کی ہے کہ ‘راہ’ ہی نیکی اختیار کرنے کا راستہ دکھاتا ہے، لیکن اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ‘نیکی’ اختیار نہ کرنے کا مطلب ہے ‘راہ’ پر قابو پانے میں نااہلی۔ اس نے یہاں تک تلقین کی ہے کہ انسان نیکی اختیار کرنے کی کوشش میں ہی ‘راہ’ کو پا سکتا ہے۔ نیکی اختیار کرنے کی کوشش سے یہاں لاؤتس کی مراد ہے، کم سے کم خود غرض ہونا،

کم سے کم خواہشات رکھنا، سکون پسند اور متحمّل ہونا، اس کے علاوہ علم کی تلاش میں دنیا سے بہت دور نہیں جانا۔ اس کا خیال ہے کہ کوئی آدمی علم کی تلاش میں دنیا سے جتنا دور نکل جاتا ہے، وہ 'راہ' سے اتنا ہی کم واقف ہو پاتا ہے۔ 'راہ' اور 'نیکی' کے زبردست اتصال اور علم کی تلاش میں دور نکل جانے کی مخالفت کی وجہ سے 'لاؤتس' کے 'راہ' کے فلسفہ میں مضحکہ خیز عینیت پسندی کے عناصر درآ گئے ہیں۔ دراصل اس نے 'راہ' کے وجود کو داخلی سعی کی ایک خاص ذہنیت کے ساتھ ملا دیا ہے جیسے انسانی جسم کے ذریعہ قوتِ حیات کو باقی رکھنے والی آمد و شد نفس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس نے 'گداختگی پیدا کرنے والی پیوند شدہ قوتِ حیات' کو حاصل کرنے کے فن کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے[۲۷] پھر بھی 'قوتِ حیات'، گو کسی بھی طرح 'راہ' نہیں گردانا جا سکتا، کیونکہ اس نے کہا ہے:۔

> "راہ جسے سچ مچ راہ کہا جا سکتا ہے وہ مستقل راہ سے مختلف ہے۔"[۲۸]

---

[۲۷] تاؤ تے چنگ: باب ۱۰

[۲۸] تاؤ تے چنگ: باب ۱

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ " قوتِ حیات جسے سچ مچ قوتِ حیات کہا جا سکتا ہے مستقل قوتِ حیات سے مختلف ہے۔" 'لاؤتس' میں ان دونوں کے درمیان واضح فرق کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ایک دوسرے کے مترادف ہو ہی نہیں سکتے۔ کچھ لوگ لاؤتس کے راہ کی تشریح قوتِ حیات کی حیثیت سے کرتے ہیں اور چونکہ قوتِ حیات کو مادی مانتے ہیں اس لئے ان کا خیال ہے کہ لاؤتس کے فلسفیانہ خیالات مادی ہیں۔ اس قسم کی تشریحات کا لاؤتس کی کتاب کے مفہوم سے مطابقت پیدا کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

جہاں تک راہ کے تصور کا سوال ہے کوئی بھی شخص یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ لاؤتس نے اسے گنجلک ڈھنگ سے پیش کیا ہے۔ ایسا اس وجہ سے تھا کہ وہ علم کی پیدائش کے متعلق فلسفیانہ تجریدی خیالات اور ٹھوس احساسات کی جدلیات میں سائنسی نقطۂ نظر سے فرق کرنے، اور ان دونوں کے اندر ان کے باہمی تضاد اور رشتہ کا اثر ظاہر کرنے سے قاصر تھا۔

لاؤتس نے 'راہ' میں پنہاں مفہوم کی تشریح کے لئے

'وجود' اور 'غیر وجود' دو زمروں کا استعمال کیا ہے۔ اس نے 'غیر وجود' کا استعمال جنت اور زمین کی ابتدا کو ظاہر کرنے کے لئے اور 'وجود' کا استعمال کل زندگی کی بنیاد کو ظاہر کرنے کے لیے کیا ہے۔ اس نے انسان کو غیر وجود کی بنیاد پر راہ کی لطافتوں کی تلاش کا درس دیا اور اس کے ساتھ ہی وجود کی بنیاد پر 'راہ' کے قطعی نتیجہ تک پہنچنے کی تاکید بھی کی۔ وہ وجود اور غیر وجود کے رشتہ کے مشاہدہ کے بعد ہی جدلیاتی طریقوں تک پہنچا تھا۔ اس طرح اس نے کہا :-

(۱) "وجود اور غیر وجود ایک دوسرے کو پیدا کرتے ہیں۔"[۲۹]

(۲) "اس لئے جو ہے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم، جو نہیں ہے اس کی افادیت کو پہچانتے ہیں۔"[۳۰]

اس کا مطلب ہے یقینی طور پر وجود اور غیر وجود کا ایک دوسرے پر انحصار جو عملی سطح پر احساس کی طرف لے جاتی

---

[۲۹] تاوتے چنگ : باب ۲

[۳۰] تاوتے چنگ : باب ۱۱

ہے۔

(۳) " راہ کے رفتار کی صورت واپسی کی صورت ہے۔ اور " راہ" کا طریقہ کار کمزور ہونا ہے"۔ [۳۱]

اس کا مطلب یہ ہے کہ " راہ" کے ارتقائی رفتار کی تلاش اشیاء کے مخالف سمت سے اور راہ کے عملی کاموں کی تحقیق انسانی اعمال میں ظاہر ہونے والی لطافت کی بنیاد پر کی جانی چاہیئے۔

لاؤتس نے ان جدلیاتی خیالات کا انطباق سماج، حکومت اور انسانی معاملات کے مختلف پہلوؤں پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے نام نہاد " راہ" سے متعلق جدلیاتی عناصر سے پُر مندرجہ ذیل خیالات و تصورات کو بھی تفصیل سے پیش کیا ہے:۔

- " کچھ نہ کرنے سے ایسی کوئی چیز نہیں جو نہ کی جائے"۔ [۳۲]

" نرمی، سختی پر اور کمزور طاقتور پر فتح پاتا ہے"۔ [۳۳]

---

[۳۱] تاؤتے چنگ: باب ۴۰

[۳۲] تاؤتے چنگ: باب ۴۸

[۳۳] تاؤتے چنگ: باب ۳۶

"آسمان و زمین اور دس ہزار اشیاء وجود سے پیدا ہوتی ہیں، وجود غیر وجود سے پیدا ہوئی۔" ۳۴؎

اور اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ لاؤتس کے اس نام نہاد "راہ" کی عملی افادیت کیا ہے؟ پوری کتاب سے جو مجموعی مفہوم برآمد ہوتا ہے اس کے پیش نظر، وہ اشیاء جو شکل اور رنگ کی مالک ہیں اور جن کو ہم اپنے حسی اعضا کے ذریعہ جان سکتے ہیں، "وجود" کے تحت رکھے جاتے ہیں۔ وہ تمام اشیاء جن کا علم حسی اعضاء کے ذریعہ نہیں ہو سکتا اور جو شکل اور رنگ سے آزاد ہیں غیر وجود کے تحت رکھی جا سکتی ہیں۔ جسے لاؤتس "وجود" اور "غیر وجود" کے نام سے پکارتا ہے۔ ان کا رشتہ عملی طور روح اور مادہ کے رشتہ کو ظاہر کرتا ہے۔ غیر وجود، روح کے عمل کو، اور وجود، مادہ کے عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ لاؤتس کا ایک اہم سبق کہ:-

"اس لئے جو ہے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم، جو نہیں ہے اس کی افادیت کو پہچانتے ہیں۔" ۳۵؎

۳۴؎ تاؤ تے چنگ: باب ۴۰

۳۵؎ تاؤ تے چنگ: باب ۱۱

انسان کو روح کے اعمال سے مادّی فوائد حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لاؤتسی نے وجود اور غیر وجود کا استعمال، خواہشمند اور غیر خواہش مند کے معنی میں بھی کیا ہے۔ اس نے نیکی اختیار کرنے کی داخلی سعی پر زور دیا ہے۔ اس نے انسان کو 'غیر خواہشمندی'، 'بے عملی' اور 'بے علمی' کی حالت تک پہنچنے کا درس دیا ہے تاکہ اس کی تنظیم سے زندگی کے عملی مادّی فوائد کا پوری طرح لطف اٹھایا جا سکے۔ یہ اس کے اس بات کی بھی عملی افادیت ہے کہ:[۳۶]

"کچھ نہ کرنے سے ایسی کوئی چیز نہیں جو نہ کی جائے۔"

اس کا خیال ہے کہ 'وجود' اور 'غیر وجود' ایک ہی 'راہ' کے ساتھ تھے۔ بعد میں ان کا دو مختلف سروں میں ارتقاء ہوا لیکن بنیادی طور پر اب بھی 'راہ' کے ساتھ جڑنا چاہتے ہیں۔ اس اتحاد کے سلسلہ میں لاؤتسی نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ یہ ایسا اتحاد ہونا چاہیئے جو 'غیر وجود' کے روحانی بنیادوں پر مبنی ہو۔ اس نے 'وجود' کو تمام موجودات کی بنیاد

---

[۳۶] تاؤتے چنگ: باب ۴۸

قرار دیا ہے اور "غیر وجود" کو جنّت اور زمین کی۔ پھر اس نے یہ بھی کہا ہے:۔

> " دس ہزار اشیاء "وجود" سے پیدا ہوئی ہیں؛
> "وجود"، "غیر وجود" سے پیدا ہوئی۔" [۳۷]

ان سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ روح ہی کو جنّت، زمین اور دیگر تمام اشیاء کی بنیاد مانتا ہے نہ کہ مادّہ کو۔ ہم نے جن امور کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لاؤتس کے پیش کردہ نظام کا بنیادی خیال عینیت پسندانہ ہے۔ اسی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے یہاں پائے جانے والے جدلیاتی خیالات بھی عینیت پسندانہ جدلیاتی خیالات ہونے چاہئیں۔ یہ اور اس کی عینیت پسندی کہ انسان کو علم کی تلاش میں نہیں نکلنا چاہیئے، ایک دوسرے سے پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ اس کی نام نہاد "راہ" دراصل ایک طریقہ ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ موجود اشیاء کا فائدہ اٹھانے کے لئے، نہ کہ سماجی ارتقاء کے اصولوں کے مطابق

---

[۳۷] تاؤ تے چنگ : باب ۴۰

خارجی دنیا کے موجودات کی تعمیرِ نو کے لئے، داخلی روح کے خصوصی طریقۂ عمل کا کس طرح استعمال کیا جائے۔ یہ چھوٹا سا فرق واضح طور پر ظاہر ہوا ہے۔

پھر بھی اس طرح لاؤتسی جدلیات کے کچھ ابتدائی خیالات اور باہمی متضاد اشیا کی اکائی کے ساتھ راست تعلق قائم کر چکا تھا۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے عینیت پسندانہ خیالات کے باقیات کی تنقید اور اس کے عقلیت پسندانہ عناصر کو پہچانیں۔ اس نے عوام کی تلقین کی غرض سے، مقبولِ عام جدلیات کو پیش کرنے میں اپنی اعلیٰ فراست سے کام لیا اور کہا:

> "بدقسمتی، خوش قسمتی پر ٹکی ہے۔ خوش قسمتی میں بدقسمتی پوشیدہ رہتی ہے۔" ؎۳۸

> "چونکہ چیزیں کبھی آگے بڑھتی ہیں، کبھی پچھڑ جاتی ہیں، کبھی وہ آہستہ آہستہ سانس لیتی ہیں، کبھی زور سے ہانپتی ہیں، کبھی وہ طاقتور ہوتی ہیں اور کبھی کمزور ہوتی ہیں، کبھی ان میں رکاوٹ

؎۳۸ تاؤتے چنگ: باب ۵۸

پیدا ہوتی ہے، کبھی ان کا زوال ہوتا ہے، اس
لئے سنت کسی بات پر بہت زور دینے سے بچتا ہے؛
وہ شدت اور زیادتی سے دور رہتا ہے۔"[۳۹]

اس نے بار بار انسان کو کبر و غرور سے بچ کر حلیم اور منکسر المزاج ہونے اور اس طرح تضاد کی مخالفت سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ اس کی یہ تجربہ پر مبنی تعلیم انسانیت کے لئے ابدی افادیت رکھتی ہے۔ خالصتاً اپنی ذاتی داخلیت پسندی کی وجہ سے اس نے سماجی تضادات کے استعمال سے، ممکن ہے اپنے کو دور رکھا ہو یا کسی ایک شخص یا ایک اقلیتی طبقہ کے فائدہ کے لئے اس کا استعمال کیا ہو اور اس طرح وہ سماج کے حقیقی تضادات کا انتہ ہتہ حاصل کرنے یا پورے سماج کے فائدہ کی بات تلاش کرنے سے قاصر رہا ہو؛ لیکن یہ عینیت پسندانہ جدلیات کی ایک اہم خامی ہے۔

لاؤتس نے کائنات کو کسی خدا کی تخلیق نہیں مانا ہے۔ عوام کے فاقہ اور تکلیف کی وجہ سے وہ ان سے ہمدردی رکھتا تھا۔

---

[۳۹] تاؤ تے چنگ : بات ۲۹

اس نے زیادہ ٹیکس وصول کئے جانے، راجاؤں کی لوٹ مار، اور ظالم قوانین کی مخالفت کی۔ اس نے پوری قوت سے جنگ کی مخالفت کی اور سچے دل سے امن کی خواہشات ظاہر کیں۔ یہ تمام خیالات اس کی ترقی پسندی اور عوامی جذبات سے ہم آہنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اس نے مادّی اور ذہنی سطحوں پر اعلیٰ تہذیبی ترقی کی مخالفت کی اور قدیم سماج کی سیدھی سادی حالت کو لوٹ جانے کا خواب دیکھا۔ یہ اس کے خیالات کے پچھڑے پن اور منفی پہلو کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ دو باہم مخالف مظاہر شاید لاؤتس کے دنیا سے کنارہ کش ہو کر سنیاسی بن جانے کی وجہ سے سامنے آئے ہیں۔

لاؤتس کا زمانہ پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح کا زمانہ ہے، جب معاشرہ غلامی کے عہد سے نکل کر جاگیردارانہ معاشرہ میں تبدیل ہو رہا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب طبقاتی جنگ رفتہ رفتہ تیز ہوتی جا رہی تھی، پرانے دستورِ حکومت اور رسم و رواج رفتہ رفتہ مردہ ہوتے جا رہے تھے اور نئے سماج کی ابھی تخلیق نہیں ہوئی تھی۔ یعنی ایک عبوری دور تھا۔ لاؤتس کا اعتماد نئے تشکیل پذیر سماج میں نہ تھا۔ اس نے پرانے

سماج کے استحقاق کو تسلیم کیا۔ لاؤتس کے خیالات :۔

”کچھ نہ کرنے سے ایسی کوئی چیز نہیں جو نہ کی گئی ہو“[۴۰]

”اس لئے جو ہے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوتے، جو نہیں ہے اس کی افادیت کو ہم پہچانتے ہیں۔“[۴۱]

سماج اور حکومت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کی ٹھوس مثالیں ہیں۔ ’لاؤتس‘ میں سنتوں کی بڑی تعظیم کی گئی ہے۔ یہ سنت دراصل اس خیالی بادشاہی کے نمائندے تھے جو طبقۂ خواص کے خصوصی حقوق کا محافظ تھا۔ آخر میں یہ بات پھر سے کہی جا سکتی ہے کہ لاؤتس کا تعلق ’عالم‘ کے عہدہ سے تھا جو قدیم زمانہ میں طبقۂ خواص کا ہوتا تھا۔

چین میں بدھ مذہب کی ابتدائی تبلیغ کے وقت لاؤتس کے اصولوں نے بیچ کی کڑی کا کام کیا۔ اس حد تک کہ: پہلی اور دوسری صدی قبل مسیح کے دوران شاکیہ منی کے اصول عام طور پر لاؤتس کے ہی اصولوں کے ساتھ غلط ڈھنگ

---

[۴۰] تاؤتے چنگ : باب ۴۸

[۴۱] تاؤتے چنگ : باب ۱۱

سے ملا کر ایک ہی سمجھے جانے لگے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب شوآن چیانگ نے ہندوستان آکر بدھ مذہب کا مطالعہ کیا تو اس نے 'کامروپ کے شہزادہ سجاسکرورمن کی درخواست پر، جو اپنی ریاست میں اس مذہب کی تبلیغ کا خواہشمند تھا، 'لاؤتس' کا سنسکرت میں ترجمہ کرنا قبول کیا۔ چین اور ہندوستان کے درمیان اس قسم کا ثقافتی تبادلہ قدیم زمانہ میں ہی شروع ہوگیا تھا، اور آج پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مقدار میں اس کی توقع ہے۔ اس لئے یہ چین اور ہندوستان کی عوام کے لئے نہایت خوشی اور اطمینان کی بات ہے کہ اب لاؤتس کی کتاب کا ترجمہ ہندوستانی زبانوں میں کیا جا رہا ہے۔

(وانگ وے ای چھینگ)

۲۴ے کامروپ کی: سجاسکردارمن۔

مقالہ

صراطِ حقیقت اور اسکی فضیلت

یعنی

لاؤتس کی مشہورِ عالم مقالہ

تاؤ تے چنگ

دفترِ اوّل

(۱)

"صراط"[لہ] جسے حقیقت میں "صراط" سمجھا جاتے، مقررہ راستوں سے مختلف ہے۔

"الفاظ"[ٹہ] جنہیں حقیقت میں الفاظ سمجھا جائے مقررہ الفاظ سے مختلف ہیں۔

"عدم" کا لفظ زمین اور آسمان کی ابتدا ظاہر کرتا ہے،

"وجود" کا لفظ دس ہزار موجودات کی ماں کا پتہ دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عدم اور وجود کے یکے بعد دیگر ظاہر ہونے سے، پہلے کا اعجاز اور دوسرے کا عجز علانیہ نظر آتا ہے؛

اصل میں دونوں ایک ہیں اگرچہ دو مختلف ناموں سے موسوم کئے جاتے ہیں۔

جو شے ان میں مشترک ہے وہی رازِ حقیقت ہے؛
رازوں کا راز، عجائب کا دروازہ۔

لہ یہ پہلا باب پورا مقالہ سمجھنے کے لئے کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ اس باب میں ڈاؤازم (TAOiSM) یا صراطیت کے مبادی مجمل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ مقالہ کا موضوعِ بحث ان ہی بنیادی خیالوں کی تفصیل ہے۔

"ڈاؤ" چینی زبان میں راستہ یا سڑک کو کہتے ہیں۔ لیکن لاؤؤابے کے نظامِ خیال میں "ڈاؤ" کے اصطلاحی معنی ہیں جس کے لئے ترجمہ میں "صراطِ حقیقت"، "صراطِ حق" یا صرف "صراط" کی اصطلاح اختیار کی گئی ہے۔

صراط ایک تغیرِ مسلسل ہے۔ وجود اور عدم، حیات اور موت لازم و ملزوم ہیں۔ کائناتِ عالم میں کسی شے کو قیام و استمرار حاصل نہیں، چنانچہ صراط کا تصوّر ایک نیا مفہوم اختیار کر لیتا ہے۔ صراط، شاہراہوں، سڑکوں کی طرح بندھا ٹکا غیر متغیر نہیں ہوتا اور چونکہ وہ فطرت کی ماہیت کا آئینہ دار ہے، اس لئے معمولی راستوں اور پگڈنڈیوں کی نوعیت کے خلاف

ہر دم متغیر ہے۔

۲۔ علیٰ ہٰذا، الفاظ اور اسماء کا سب سے بڑا منشا و مقصود یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ تصورات کا مفہوم مستقل طور پر متعین کر دیں۔ تیسری صدی قبل مسیح میں، چین کی علمی انجمنوں میں جو مسئلہ بڑی سرگرمی کے ساتھ معرض بحث میں تھا وہ یہی مسئلہ تھا کہ اسم اور مسمی کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ کونگ فوزی کے معتقدین کے نزدیک افلاطون اور اس کے پیروؤں کی طرح، حقیقی عالم ساکن اور غیر متغیر ہے۔ الفاظ کی وساطت سے مفاہیم، متعین اور مقرر ہو کر، اسی عالم کی سکونت اختیار کرتے ہیں جس میں کبھی رد و بدل نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ صراطی (TAOIST) اس نظریہ کا مخالف ہے۔ اس کے نزدیک عالم ہر دم تغیر پذیر ہے۔ اس کے اندر کوئی شے قائم و دائم نہیں سمجھی جا سکتی۔ چنانچہ الفاظ کے مفاہیم بھی اٹل اور مستمر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا حقیقی الفاظ اور حدود وہ ہیں جن کے مفاہیم تغیر پذیر ہوں، اس لحاظ سے صراطیت، کونگ فوزیت کی ضد ہے۔ وہ راہ جس پر ہمیشہ ایک سمت چلا جائے، حقیقی راہ نہیں کہی جا سکتی۔ علیٰ ہٰذا وہ اسم جس کا ہمیشہ کے لئے مستقل تسمیہ کیا گیا ہو،

حقیقی اسم نہیں کہا جا سکتا۔ حقیقی اسم اور حقیقی راہ کو تغیّرات کا جلوہ گاہ ہونا چاہیئے۔

(۲)

ہر شخص "حسن" کو حسن کی حیثیت سے پہچانتا ہے اور
اس طرح "قبیح" کو (جان لیتا ہے)
ہر شخص "خیر" کو خیر کی حیثیت سے پہچانتا ہے۔ اور
اس طرح "شر" کو (جان لیتا ہے)
کیونکہ
وجود اور عدم ایک دوسرے کو پیدا کرتے ہیں۔
مشکل اور آسان ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔
طویل اور قصر ایک دوسرے کے ساتھ اضافی رشتہ رکھتے ہیں۔
بلند اور پست ایک دوسرے پر مبنی ہیں۔
لہجہ اور آواز آپس میں ہم آہنگ ہیں۔
اوّل اور آخر میں باہمی تسلسل ہے۔

اس باب کا موضوع بحث محتاجِ تشریح نہیں۔ وجود و عدم کا تضاد جو پہلے باب کا موضوع تھا، اس باب میں

مثالوں سے مزید واضح کیا گیا ہے: یعنی ہر شے
اضافی ہے اور اپنی ضد کے ساتھ مضاف ہے۔

(۳)

اگر قابلیت[۱] کو نہ سراہا جائے تو لوگ مقابلہ کرنا چھوڑ دینگے

مشکل سے ملنے والی چیزوں کی قدر نہ کرنے سے لوگ ڈاکہ مارنا چھوڑ دیں گے۔

اگر ان چیزوں کو جن کے وہ خواہشمند ہوتے، ان سے پوشیدہ رکھا جائے، تو وہ اپنے دلوں میں بے چین نہ ہوں گے۔

اس لئے عارف[۲]، نظم و نسقِ سلطنت میں اُن کے دل خالی مگر ان کا پیٹ بھرا رکھتا ہے۔ ان کے ارادے کمزور مگر ان کی ہڈیاں مضبوط بنا دیتا ہے اور ہمیشہ اس کا لحاظ رکھتا ہے کہ عوام علم اور خواہشات سے بیگانہ رہیں اور جو علم رکھتے ہوں اس پر عمل کرنے کی ہمت نہ کر سکیں۔ عارف کا دستور العمل "عدم عمل" ہے، چنانچہ امورِ سلطنت میں ہر امر کا انتظام درست ہو جاتا ہے۔

---

[۱] انعام و اکرام، روپیہ پیسے اور قیمتی چیزوں کی قدر سے،

حرص و ہوا کو ترقی ہوتی ہے۔ ان کا ترک، دنیا کی ساری چپقلشوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ صراطیت (TAOISM) اس لحاظ سے ثقافت و تمدن کی حریف ہے۔

لہ عارف سے مراد دانشمند فرماں روا ہے جو صراطِ حق سے واقف ہے اور صراطی اصول، انتظامِ حکومت میں صرف کرتا ہے۔ یہی کونگ فوزی کا تصوّر تھا۔

(۴)

صراط[1] اس خالی برتن کی طرح ہے جو استعمال کے باوجود کبھی نہیں بھرتا۔ وہ کیسا ان تھاہ ہے۔ وہ گویا دس ہزار کائنات کا ابو الآبا ہے۔ وہ کس قدر گہرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ ہمیشہ بھرتا ہی رہے گا۔

میں نہیں جانتا کہ اس کو کس نے بنایا۔ وہ سلاطین سے پہلے زمانہ کی صورتِ حال ہے۔

---

[1] یہ باب فی الجملہ نہایت تاریک تصوّر کیا جاتا ہے۔ مصنف کا نشانہ یہ ہے کہ صراط ایک ایسا برتن ہے جو کبھی لبریز نہیں ہوتا، گویا اس کی کوئی تھاہ نہیں۔ یعنی وہ بے انتہا بار استعمال کیا جا سکتا ہے۔

[2] یعنی صراط کا وجود، دنیا میں سلاطین کی سلطنت قائم ہونے سے پہلے سے ہے۔

(۵)

آسمان اور زمین رحمدل[1] نہیں ہیں۔ وہ دس ہزار کائنات کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو (قربانی کے) بھس[2] بھرے کتّوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عارف رحم دل نہیں ہیں۔ وہ لوگوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو (قربانی کے) بھس بھرے کتّوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا دھونکنی[3] کے مانند ہے جو خالی ہو سکتی ہے مگر ختم نہیں ہو جاتی۔ جب وہ کام میں لائی جاتی ہے تو اور ہوا پیدا کرتی ہے۔

لفظوں کی کثرت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے۔

---

[1] یہ دراصل کونگ فوزی کے نظامِ خیال پر جس میں رحم دلی اور کریم النفسی پر بہت زور دیا گیا ہے، چوٹ ہے۔ لاؤ وزے کے نزدیک کائنات میں رحم دلی کا نشان نہیں پایا جاتا۔ ہر ایک کو

منشأ فطرت کے سامنے سر جھکانا ہے ۔

۲ـ بھس بھرے کتوں کو قربانی سے پہلے ایک ٹوکری میں رکھ دیا جاتا تھا جس پر ایک زردوز کپڑا ڈال دیا جاتا تھا ، لیکن قربان گاہ پر چڑھا دینے کے بعد لوگ انھیں اپنے پانوؤں سے روند ڈالتے تھے ۔ اور گھاس کھودنے والے انھیں ایندھن کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔

۳ـ دھونکی سے ہوا نکل جاتی ہے لیکن پھر بھر جاتی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتی ۔ یہی حال صراط کا ہے ۔ قدرت اسے ہمیشہ استعمال کرتی ہے ، مگر وہ ختم نہیں ہوتا ۔

(۶)

"وادی[1] کی روح کبھی نہیں مرتی": اس کا اشارہ کالی[2] عورت کی جانب ہے۔

"کالی عورت کا دروازہ[3]": اس کا اشارہ آسمان اور زمین کی جڑ کی طرف ہے۔

وہ اپنی باریک جڑوں کی جال میں ہر وقت موجود ہے۔
اس کا عمل کبھی بند نہیں ہوتا۔

مشرق اور مغرب کے علماء نے اس باب کی تفسیر مختلف طور پر کی ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے مضامین لکھے گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ باب اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہایت تاریک ہے۔

[1] صراط کو اکثر وادی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ وادی صراط کی طرح مائل بہ پستی ہوتی ہے۔ یہاں لاؤڈزے نے ایک پرانی کہاوت، "وادی کی روح کبھی نہیں مرتی" سے کام لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پرانے زمانے میں یہ عقیدہ ہو کہ وادی کی ایک روح ہوتی ہے۔

جو امر ہے ۔

۲۔ لیکن صراطی (TAOIST) اس کہاوت کی تعبیر دوسرے طریقے پر کر سکتا ہے، وہ یہ کہ عورت کے خصوصیات، پستی، خاموشی اور سکون ہیں اور ان ہی صفات کی بل پر وہ مرد پر فتح حاصل کرتی ہے۔ وادی بھی پست، خاموش اور پُر سکون ہوتی ہے۔ اس لئے اسے عورت سے تشبیہ دی جاتی ہے اور چونکہ پست وادی تاریک ہوتی ہے اس لئے اسے کالی عورت کہا گیا۔

۳۔ چینی زبان میں عورت کے لئے "پِن" کا لفظ ہے جس کے ثانوی معنی "دہن قفل" (KEY-HOLE) کے بھی ہیں، جس سے دہن "دروازہ" کے جانب منتقل ہوتا ہے۔ چینی ادب میں صنعتِ ایہام بہت عام ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صراطیت کے مخصوص تصور کے مطابق، "دروازہ" کے مخصوص معنی کائنات کی جڑ کے لئے گئے ہوں، جیسا کہ بعد کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ "آسمان اور زمین کی جڑ" اور "باریک جڑوں کا جال" وغیرہ فقرے اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں۔

(۷)

آسمان کی بڑی عمر ہے اور زمین کبھی مدت دراز سے قائم ہے۔ آسمان اور زمین کی بڑی عمر اور درازیِ مدّت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو دوبارہ پیدا نہیں کرتے، اس لئے اُن کی عمر طویل اور مدت دراز ہے۔

اسی بنا پر عارف اپنے کو ہمیشہ پسِ پشت رکھتا ہے، لیکن پھر بھی پیش پیش رہتا ہے۔ وہ اپنے کو الگ تھلگ رکھتا ہے، لیکن پھر بھی نمایاں رہتا ہے۔ کیا اس کے ذاتی رجحان کے پورا ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ کسی معاملہ میں ذاتی رجحان کا اظہار ہی نہیں کرتا۔

آسمان اور زمین کائنات کے باپ اور ماں ہیں، مگر وہ اپنی مثل دوسرا آسمان اور دوسری زمین پیدا نہیں کرتے۔ یعنی ان کو اپنی نسل کی بقاء کی فکر نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو بقاء دوام حاصل ہے۔

یہی حال عارف کا ہے وہ اپنی ذات سے بے پرواہ

ہے، اور اپنی ذاتی اغراض سے بے نیاز ہے۔ اس لئے بغیر کسی کوشش کے وہ سب سے آگے ہے۔ قاعدہ ہے جو سب سے پیچھے رہنا چاہتا ہے وہی سب سے آگے بڑھایا جاتا ہے۔

(۸)

سب سے بڑی خوبی پانی کی طرح ہوتی ہے۔ پانی کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہزاروں چیزوں کو بغیر کسی کوشش کے سیراب کرتا ہے، وہ سب سے نیچی جگہ (نشیب) میں جمع ہوتا ہے، جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ صراط حقیقت کے قریب ہے۔

مکان کی خوبی اس کے محل وقوع میں ہے۔
دل کی خوبی گہرائی میں ہے۔
انسانی معاملات کی خوبی انسانیت میں ہے۔
تقریر کی خوبی راستبازی میں ہے۔
حکومت کی خوبی اچھے انتظام میں ہے۔
خدمتِ خلق کی خوبی، قابلیت میں ہے۔
عمل کی خوبی بر محل ہونے میں ہے۔
درحقیقت (نام ونمود کی) ہوس تج دینے ہی میں عافیت ہے۔

(۹)

پکڑے ہوئے برابر بھرتے رہنے سے، ٹھہر جانا بہتر ہے

اگرچہ تلوار کو تپاتے وقت تم (دھار) کی آزمائش کرتے رہتے ہو، مگر تم (اس کی تیزی کی) عرصۂ دراز کے لئے ضمانت نہیں کر سکتے۔

ایسے ہال کی چوکیداری کون کر سکتا ہے جو کانسی اور یشب سے بھرا ہوا ہو۔

دولت اور عزت سے غرور پیدا ہوتا ہے، اس لئے قدرتی طور پر شر ان کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

کام انجام دینے کے بعد علیحدگی اختیار کر لینا، یہی صراطِ حق ہے۔

مشہور مثل ہے: "ہر کمالے را زوالے" اگر آپ برتن کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے بھرے جائیے گا تو وہ چھلکنا شروع ہو جائے گا۔ تلوار کی دھار کو بار بار دیکھنے سے کیا فائدہ۔ وہ بھی کمال کو پہونچ کر کند ہو جاتی ہے۔ نہ خزانوں کی

حفاظت اور دولت و حشمت کی تحصیل کا کچھ نتیجہ ہے۔
صراطِ حق یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔
کمال کے بعد زوال تو ہوتا ہی ہے۔

(١٠)

مادّی[1] اور غیر مادّی[2]، دونوں روحوں کو اس ذاتِ واحد
سے وابستہ کرنے کے بعد، کیا تم اُن کو جدا کرنے سے باز
رہ سکتے ہو؟
حبسِ[3] دم سے ملائم ہو کر، کیا تم شیرخوار بچّہ کی
طرح بن سکتے ہو۔؟
اپنا پوشیدہ[4] آئینہ صاف کرنے کے بعد، کیا تم اس
کی جِلا قائم رکھ سکتے ہو؟
لوگوں کی محبّت اور ملک کی حکومت میں، کیا تم عمل
سے باز رہ سکتے ہو؟
فطرتی[5] دروازوں کو کھولنے یا بند کرنے میں کیا تم
مرغی کی مثال بن سکتے ہو؟
چاروں[6] سمتوں میں عقل کی رسائی کے بعد، کیا
تم علم سے باز رہ سکتے ہو۔

---

[1] مادی روح وہ ہے جو نطفہ کے قرار کے بعد بچے میں

پیدا ہوتی ہے اور غیر مادّی روح وہ ہے جو پیدائش کے وقت اس کے جسم میں حلول کرتی ہے۔ مرنے کے بعد غیر مادی روح آسمان کو پرواز کر جاتی ہے اور مادی روح قبر میں، جسم کے سڑنے گلنے تک باقی رہتی ہے، اس کے بعد وہ بھی مفارقت کر جاتی ہے۔

۲؎ ذاتِ واحد سے مراد صراطِ حقیقت ہے، اس میں جذب ہونے کے بعد یہ دونوں روحیں جدا نہیں ہوتیں یعنی انسان کو بقائے دوام حاصل ہو جاتی ہے۔

۳؎ حبسِ دم کی مشقیں درازی عمر کے لئے مفید ہیں۔ یوگ کی طرح صراطیت میں بھی حبسِ دم کے طریقوں پر زور دیا گیا ہے۔

۴؎ آئینۂ دل کو صاف رکھنا صوفیوں کی عام تعلیم ہے فیضی کا شعر ہے ؎

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

۵؎ فطری دروازوں سے مراد، حواسِ خمسۂ ظاہری ہیں۔ مرغی انفعال، برداشت اور عدمِ عمل کا نمونہ ہے۔ اس کے برخلاف مرغ، شدّتِ عمل اور غلبہ

کا مظہر ہے۔ جو صراطیت کی تعلیم کے منافی ہے۔

٦۔ علیٰ ہٰذا اعتدال سے زیادہ علم پرستی بھی صراطیت کے منافی ہے۔

(۱۱)

اگرچہ دُھرے میں تیس ۳۰ ارے جُڑے ہوتے ہیں، لیکن گاڑی کی غرض اس شے سے پوری ہوتی ہے جو وہاں نہیں ہے۔

اگرچہ مٹی گوندھ کر گلدان بنایا جاسکتا ہے، لیکن گلدان کی غرض اس شے سے پوری ہوتی ہے جو وہاں نہیں ہے۔

اگرچہ دروازہ اور کھڑکیاں مکان میں بنائے جاتے ہیں مگر اُن کی غرض اس شے سے پوری ہوتی ہے جو وہاں نہیں ہے۔

الغرض موجودات سے فائدہ اُٹھا کر، ہم معدومات کا فائدہ سمجھتے ہیں۔

عدم و وجود کا تضاد جو بابِ اوّل کا موضوع تھا، صراطیت میں اکثر معرضِ بحث میں آتا ہے۔ یہاں عدم کی افادیت کو مختلف مثالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ

گاڑی کی رفتار دھرے کے خول کے دم سے ہے، گلدان میں جوف نہ ہو تو بیکار ہے۔ دروازوں اور کھڑکیوں میں خلاء نہ ہو تو ان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

الغرض دُھرے کا خول، گلدان کا جوف، دروازوں اور کھڑکیوں کا خلاء، یہ سب معدومات ہیں، اور غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ موجودات کے فوائد تمام تر معدومات پر مبنی ہیں۔ عدم نہ ہو تو وجود بیکار ہے۔

(۱۴)

پانچ رنگ انسان کی آنکھوں کو اندھا کر دیتے ہیں۔

پانچ راگ انسان کے کانوں کو بہرا کر دیتے ہیں۔

پانچ ذائقے زبان کو بے حس کر دیتے ہیں۔

گھوڑے کی سواری اور شکار دل کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔

وہ ساز و سامان جن کا ملنا مشکل ہے، انسان کی ساری عملی قوت کو اپنے اندر پھنسا لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ عارف پیٹ کی فکر کرتا ہے آنکھوں کی نہیں۔

کیونکہ وہ ایک کو ترک کرتا اور دوسرے کو اختیار کرتا ہے۔

وہ تمام لذتیں جو انسان کے جسم اور حواسِ خمسہ ظاہری سے متعلق ہیں، انسان کو حسنِ اخلاق کی راہ سے گم راہ کر دیتی ہیں، اس لئے حاکم عارف، رعایا کا پیٹ بھرنے کا خیال رکھتا ہے تاکہ وہ نئی روشنی کے تکلفات اور تفریحات میں نہ پڑیں۔

(۱۳)

عزت اور ذلّت دونوں آنکس کی مثال ہیں۔

بڑے حادثوں کو اپنی جسم کی طرح عزیز رکھو۔

"عزت اور ذلّت دونوں آنکس کی مثال ہیں"

اس کے کیا معنی ہیں۔

عزت بلندی ہے، ذِلّت پستی ہے۔ کامیابی آنکس کا کام کرتی ہے۔ ناکامی آنکس کا کام کرتی ہے۔ "عزت اور ذلت دونوں آنکس کی مثال ہیں" کے یہی معنی ہیں۔

"بڑے حادثوں کو اپنی جسم کی طرح عزیز رکھو" کے کیا معنی ہیں۔

حادثوں کی تکلیف کا احساس ہمیں جسم ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اگر جسم نہ ہو تو پھر کونسا حادثہ مجھے تکلیف پہونچا سکتا ہے۔

اس لئے وہ جو آسمان کے نیچے سب پر حکومت کرتے وقت ان کا خیال اپنے جسم کی طرح رکھتا ہے۔ اسے یقیناً آسمان کے نیچے سب کی حکومت سونپی جا سکتی ہے۔

وہ جو آسمان کے نیچے سب پر حکومت کرتے وقت سب سے ویسی ہی محبت کرتا ہے جیسا اپنی جسم سے اسی کو آسمان کے نیچے سب کی حکومت سونپی جا سکتی ہے۔

مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ انعام واکرام کو بہت اہمیت نہ دے۔ اس لئے کہ اگر انعام واکرام انسان کا مقصود اصلی ہو جائیں، اور وہ حاصل نہ ہوں تو ان کے حاصل نہ ہونے کا رنج، ذلت و رسوائی کے رنج سے کم نہیں ہوتا۔

اسی طرح حوادث و مفاجات کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ ان کا اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بلکہ اگر غور کیجئے تو حوادث زمانہ ہی کے دم سے ہمیں احساسِ حیات ہوتا ہے اور احساسِ حیات حقیقت میں بڑی نعمت ہے۔

(۱۴)

گھورنے سے ہم اسے دیکھ نہیں سکتے، ہم اسے دھندلا
کہتے ہیں۔
کان لگا کر سننے سے ہم اسے سن نہیں سکتے، ہم اسے
دھیما کہتے ہیں۔
ٹٹولنے سے ہم اسے پکڑ نہیں سکتے، ہم اسے باریک
کہتے ہیں۔
یہ تین (صفتیں) مزید تنقیح کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔
کیونکہ فی الواقع وہ ایک ہو جاتی ہیں۔
اس کا طلوع چمکیلا نہیں ہوتا اور نہ اس کا غروب
اندھیرا پیدا کرتا ہے۔
بے شمار شاخوں میں جن کی تفصیل نہیں کی جا سکتی
تقسیم ہو کر وہ پھر عدم کی جانب لوٹ آتا ہے۔
اس کو بے شکل کی تشکیل اور معدوم کی تخئیل کہا
جا سکتا ہے۔ اس کو مبہم تشبیہ کہا جا سکتا ہے۔
ہم اس کا پیچھا کرتے ہیں مگر اس کا پیچھا نہیں

دیکھ پاتے۔

اگر پرانے زمانہ کی صراط پر چل کر ہم اپنی روز مرّہ زندگی بسر کرنا شروع کر دیں تو ہم اصلی ابتدا کا سراغ لگا سکتے ہیں۔ جس کو صراطِ حق کا کھوج (لگانا) کہا جا سکتا ہے۔

دھندلا، دھیما، باریک صراطِ حق کے صفات ہیں جو صراط غیر محسوس طور پر کل مظاہر میں موجود ہے۔ یہاں زک کر وہ عدم کی جانب رجعت کرتا ہے۔ وجود و عدم کے تواتر سے ”بے شکل کی تشکیل“ اور ”معدوم“ کی تخییل ہوتی ہے۔ مگر ان الفاظ سے صراط کی تعریف نہیں ہوتی۔ کسی نے صراط کو روبرو نہیں دیکھا۔ وہ ایک ماوراتی شے ہے۔

(١٥)

قدیم زمانہ میں وہ جو صراط پر چلنے میں مشّاق ہوتے تھے وہ حیرت انگیز لطافت اور پراسرار فراست کے مالک ہوتے تھے۔ ان کی گہرائی کا اندازہ کرنا ناممکن تھا۔ چونکہ حقیقت میں ان کو سمجھنا ناممکن ہے اس لئے ہم مقدور بھر ان کی ظاہری حالت بیان کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

وہ کیسا تامل سے کام لیتے ہیں، جیسے وہ شخص جو جاڑوں میں کسی چشمہ کو عبور کرتا ہو۔

وہ کیسا چوکس رہتے ہیں جیسے وہ جسے ہر طرف سے اپنے پڑوسیوں سے اندیشہ ہو۔

وہ کیسے کم آمیز اور دیر آشنا ہوتے ہیں، جیسے مہمان۔

وہ کیسے رقیق ہوتے ہیں جیسے پگھلنے والا برف۔

وہ کیسے ٹھوس ہوتے ہیں جیسے کندۂ ناتراشیدہ۔

وہ کیسے وسیع ہوتے ہیں، جیسے وادی۔

وہ کیسے گدلے ہیں جیسے میلا پانی۔

اس مٹیلے پن کو کیا چیز کم کر سکتی ہے؟ ٹھہراؤ سے

وہ رفتہ رفتہ صاف ہو جاتا ہے۔

سکون کو پائنداری کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ وہ حرکت سے رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہے۔

وہ جو صراط پر قائم ہیں وہ بھرا ہونا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ بھرے نہیں ہوتے اس لئے بغیر مرمت کئے وہ گھستے پنپتے ہیں۔

مذکورہ بالا متن میں ایک کامیاب صراطی کے دستورالعمل کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے، صراطی، خودداری اور تامل سے کام لیتا ہے۔ وہ دیر آشنا بھی ہے اور رفیق اور ملنسار بھی جو دنیادار عملی انسان کی ضد ہے۔ وہ لکڑی کے بغیر کٹے ہوئے کندہ کی طرح ٹھوس ہوتا ہے، تراشی ہوئی اور منقش لکڑی کی طرح مصنوعی نہیں ہوتا۔ وہ وسیع الخیال اور ہمہ گیر ہوتا ہے اور یہ ہمہ گیری اگرچہ بعض اوقات گدلے پن کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن اس کا سکون سارے گدلے پن کو رفتہ رفتہ چھانٹ دیتا ہے۔ جس طرح پانی ٹھہرا رہے تو گاد نیچے بیٹھ جاتا ہے۔

حقیقی صراطی "عدم" اور "وجود" کی کشمکش یکے

بعد دیگرِ اپنے اوپر ظاہر کرتا ہے وہ حرص و ہوا سے لبریز رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ ایثار کا خلار سجی چاہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو پرانے کپڑے کی طرح مرمت کر کے درست رکھنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ، گِھسنے پِسنے دیتا ہے۔

(۱۶)

انتہائی خلاء میں داخل ہو کر اور سنجیدگی کے ساتھ خاموشی اختیار کر لینے کے بعد میں (عدم کی جانب) ان دس ہزار چیزوں کا تصوّر کرتا ہوں جو اس وقت اثر انداز ہیں۔

درحقیقت چیزیں پھولتی پھلتی ہیں تاکہ اُس جڑ کی جانب (جس سے وہ پیدا ہوتی تھیں) واپس ہوں۔ اپنی اصل کی جانب رجوع کرنے کا نام خاموشی ہے۔ اسی کو امانت کی واپسی کہتے ہیں۔

امانت کی واپسی "مستقل شے" (قانون) ہے۔ جس کو "مستقل شے" (قانون) کا علم ہو گیا۔ وہ روشن ضمیر کہا جاتا ہے۔ وہ جو مستقل شے (قانون) سے ناواقف ہے، وہ مساعی ناشکور میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن وہ جو اس "مستقل شے" کو جان گیا ہے وہ باز رہتا ہے۔

باز رہنے کے معنی ہیں بے تعصب ہونا۔ بے تعصب ہونے کے معنی ہیں، سب کو اپنانا، سب کو اپنانا الوالعزمی ہے، جو الوالعزم ہے وہ صراط (جاننا) ہے۔ صراط (سے واقف) ہو کر، اسے بقائے دوام حاصل ہو جاتی ہے، اور زندگی بھی

اسے کوئی خطرہ پیش نہیں آتا۔

مکروہاتِ دنیا سے اپنے دل کا تخلیہ کرنے کے بعد ہی صراطِ حق کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ہر شے اپنے اصل کی جانب رجوع ہو کر فنا ہوتی ہے، جو دائمی آرام و سکون کا مقام ہے۔ یہ گویا بارِ امانت جس کا دیا تھا اُسے واپس کر دیتا ہے۔ خواہشات کی متصل پیروی حماقت ہے۔ یہ گویا کائنات کو فطری راہ سے ہٹا کر اپنی مرضی کا پابند بنانا ہے۔ جو سعی لاحاصل ہے اور آخر میں یاس آفریں ہے۔ صراطِ حقیقت سے واقف ہو کر، یعنی سب سے اعلیٰ قانون کا علم ہونے کے بعد، لذّت و الم کا امتیاز نہیں رہتا۔ مصیبت کو بھی انسان خوشی خوشی انگیز کرتا ہے۔ یہ وسعتِ خیال حاصل ہو جانے کے بعد، انسان الوالعزم ہو جاتا ہے اور اسے صراطِ حق صاف نظر آنے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ ان تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے جن کا عملی زندگی میں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

میدانِ عمل دارالحرب ہے، یہاں کسی کو اطمینانِ قلب میسر نہیں ہو سکتا۔ ترکِ عمل کا خطہ دارالسلام ہے، جہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

(۱۷)

سب سے بڑی[۱] (قدامت) میں کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ کوئی (فرماں روا) ہے۔

اس[۲] کے بعد وہ تھے جو ان پر شفقت کرتے اور ان کی تعریف کرتے تھے۔

اس کے بعد وہ جو اُن سے ڈرتے تھے۔

اُس کے بعد وہ جو اُن سے نفرت کرتے تھے۔

اگر (فرماں روا کو رعایا کا) اعتبار نہیں تو (رعایا کو فرماں روا کا) اعتبار نہ ہوگا۔

حق شناس[۳] فرماں روا، سنجیدہ ہوتے تھے، وہ اپنے لفظوں کی قیمت جانتے تھے۔

جب[۴] سارا کام خود بخود ہوتا چلا جاتا تھا اور معاملات خوش اسلوبی سے طے ہوتے جاتے تھے تو رعایا سمجھتی تھی کہ "یہ سب ہمارا ہی کیا دھرا ہے"۔

---

[۱] قدیم ترین زمانہ میں صوفی منش فرماں روا ہوتے تھے جو

عالی مقام صراطی ہوتے تھے۔

۲ہ اُن کے تین درجے فرماں رواؤں کے اور تھے

۳ہ جو فرماں روا صراطیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں وہ سنجیدہ اور کم گو ہوتے ہیں۔

۴ہ درجہ اوّل کے فرماں رواؤں کے زمانہ میں امور سلطنت اس طرح چلتے تھے کہ رعایا کو حاکم کی حکومت محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔ حاکم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ محکوم کو حاکم کے وجود کا احساس ہی نہ ہو اور یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ خود اُن کا کیا دھرا ہے۔

(۱۸)

جب صراطِ[1] اعظم میں تنزل ہوتا ہے تو "انسانیت اور انصاف" رونما ہوتے ہیں۔

جب ہوشمندی اور علم پیدا ہوتے ہیں تو "بڑا تصنع" پیدا ہو جاتا ہے۔

جب کہ چھ[2] رشتوں میں ہم آہنگی نہیں رہتی تو بیٹے کے سعادت مندی کے اصول بنتے ہیں۔

جب ریاست اور خاندان ابتری میں ڈوب جاتے ہیں تو "وفادار وزرا" ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

---

[1] صراط حق گم ہو جانے کے بعد مصنوعی اخلاق رونما ہوتے ہیں، جیسے انسانیت، انصاف کی عدالتیں، بیٹے کی سعادتمندی، وزیر کی وفاداری، خوبی اس میں ہے کہ بیٹا فطرتاً سعادتمند ہو نہ کہ اس وجہ سے کہ اصولاً اسے سعادتمند ہونا چاہیئے۔ وزیر قدرتاً وفادار ہو، نہ کہ اس خیال سے کہ قانوناً اسے وفادار ہونا چاہیئے۔ سعادتمندی اور وفاداری کی خوبی یہ ہے کہ خلقی

ہوں نہ کہ مصنوعی، بے ساختہ ہوں نہ کہ بناوٹی ۔

۲؎ چھ رشتوں سے مراد ہے، باپ بیٹے، بھائی بھائی اور زن وشوہر کے رشتے ۔

اس باب میں کونگ فوزی کے نظام خیال پر چوٹ ہے اس لئے کہ کونگ فوزی تربیت وتہذیب اخلاق پر زور دیتا تھا جس کو لاؤزے تصنع سے تعبیر کرتا اور اس کی مذمت کرتا ہے ۔

(۱۹)

ریاضت اور تحصیلِ علم کو چھوڑ دو تو لوگوں کو سو گنا فائدہ ہو گا۔

انسانیت اور انصاف پرستی ترک کر دو تو لوگ سعادت مندی اور مادری محبت کی جانب واپس آئیں گے۔

دستکاریوں اور منافع کے خیال سے باز آؤ تو چور اور ڈاکو غائب ہو جائیں گے۔

اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ تین باتیں محض زبانی جمع و خرچ ہے اور کوئی اصول ایسا ہونا چاہیئے جسے مضبوط پکڑا جا سکے (تو وہ یہ ہے)

فطری سادگی پر عمل کرو۔ بے تصنعی کو مضبوط پکڑو۔ خود غرضی کو کم کرو اور خواہشات کو گھٹاؤ۔

وہ تمام زہد و تقویٰ اور وہ تمام علم و فضل جو محض اکتسابی و مصنوعی ہے کسی کام کا نہیں۔ اس میں بھی کوتنگ نظری پر طنز ہے۔ مذہب، علم، انسانیت و انصاف

ہنر اور نفع، یہ چھ امور ہمارے مصنوعی عالم کا شش جہت ہیں۔ چاہیے کہ ان سب کو منہدم کر کے نئی عمارت کی طرح ڈالی جائے۔ جس کی بنیاد سادگی، ایثار، اور ضبط پر ہو۔

(۲۰)

مطالعہ چھوڑو تاکہ فکر سے آزادی ملے۔

"جی"[۱] اور "ہاں" میں کیا فرق ہے؟ "خیر" اور "شر" میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ ہر شخص کو ان چیزوں کا احترام کرنا چاہیئے جن کا دوسرے احترام کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کا مطالعہ کس قدر وسیع ہے۔

ایسی باتیں ختم ہی نہیں ہوتیں۔

لیکن جب سب آدمی خوش ہوں گویا بڑی قربانی کا تہوار منا رہے ہیں یا موسمِ بہار میں پہاڑیوں پر چڑھ رہے ہیں، تب[۲] میں یکہ و تنہا، شیر خوار بچے کی طرح، جس نے مسکرانا نہ سیکھا ہو، سست، چپ چاپ (پڑا رہتا ہوں) ایسا بیکس، جس کا کوئی سہارا نہ ہو۔ جب اوروں کے پاس سب کچھ ہے، میں ہی ایسا ہوں جس کے پاس کچھ نہیں۔

درحقیقت میرا دل ایک بے وقوف کا دل ہے —

کیسا کُند!

جب کہ دوسرے تیز اور ذہین ہیں، میں ہی احمق

اور شوریدہ خاطر ہوں۔

جب کہ دوسرے سیانے اور چالاک ہیں، میں ہی
کند ذہن اور سست نظر ہوں۔
بے رونق، گھٹتے ہوئے چاند کی طرح، آوارہ، جس کا
کوئی ٹھکانا نہ ہو۔
میں[3] ہی دوسروں سے مختلف ہوں، اس لئے کہ میں
"ماں" ہی کو چچوڑے جانا پسند کرتا ہوں۔

---

[1] تہذیبِ اخلاق کے نمائشی پہلو کی اس دنیا میں کوئی حد باقی نہیں رہی ہے۔ حتیٰ کہ "جی" اور "ہاں" میں اتنا ہی فرق سمجھا جاتا ہے جیسے "خیر" اور "شر" میں۔

[2] اس باب میں جہاں جہاں واحد متکلم کی ضمیر آتی ہے وہ مصنف کی جانب راجع نہیں ہے بلکہ عام صراطی (TAOIST) کی جانب راجع ہے۔

[3] عام لوگوں کے خلاف، صراطی شہرت سے گریز کرتا اور گوشۂ گمنامی میں پڑا رہنا پسند کرتا ہے۔ جس طرح ایک شیر خوار بچہ کے لئے اپنی ماں کے

گود میں پڑے رہنے اور اس کی چھاتیاں چوستے رہنے سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوتی۔ صراطی گوشۂ تنہائی میں بیٹھا، صراطِ حق کے تصوّر میں مستغرق رہتا ہے۔ صراط کل کائنات میں جلوہ گر ہے۔

(۲۱)

فضیلتِ[1] عظمیٰ کے بیرونی آثار، مخصوص طور پر صراط ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔

صراط ایک دھندلی اور ناقابلِ فہم چیز ہے۔

اگرچہ وہ (صراط) دھندلا اور ناقابلِ فہم ہے، مگر اس کے اندر تصورات[2] پوشیدہ ہیں۔

اگرچہ وہ دھندلا اور ناقابلِ فہم ہے اس کے اندر اشیاء پوشیدہ ہیں۔

اگرچہ وہ ناقابلِ نفوذ اور تاریک ہے، اس کے اندر جوہر پوشیدہ ہے۔ یہ جوہر[3] اصلی ہے، اس کے اندر معصومیت ہے۔ چنانچہ پرانے زمانہ سے اب تک یہ نام (صراط)، ماخذِ عام کو تعبیر کرنے کے لئے ترک نہیں کیا گیا ہے۔ ماخذِ عام کی راہ مجھے کیسے معلوم ہوئی؟ اسی سے[4]

---

[1] فضیلت کی اصطلاح، صراطی لٹریچر میں "روحانی قوت"

کے مفہوم میں استعمال ہوتی ہے۔

۲؎ صراط کی منطقی تعریف محال ہے۔ اس کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ اس کے اندر سب کچھ ہے۔ تصورات کی ساری دنیا اور کائنات کا سارا عالم۔

۳؎ صراط کل اشیاء کا جوہر خالق ہے۔ اس کی وحدت میں کثرتِ مظاہر کا عکس صاف نظر آتا ہے۔

۴؎ یہ اشارہ آئندہ باب اور "صراط" دونوں کی جانب ہو سکتا ہے۔

---

(۲۲)

جو کمان کی طرح جھکا ہے وہ راست ہو سکتا ہے۔
جو ٹیڑھا ہے وہ سیدھا ہو سکتا ہے۔
جو خالی ہے وہ بھرا جا سکتا ہے۔
جو پرانا ہے وہ نیا ہو سکتا ہے۔
جو نادار ہے اسے ملتا ہے۔
جو دولت مند ہے وہ کھوتا ہے۔
اس لئے عارف "ایک" ہی کو مضبوط پکڑ لیتا ہے اور آسمان کے نیچے کل چیزوں کا پیمانہ اسی کو قرار دیتا ہے۔
وہ اپنی نمائش نہیں کرتا، اس لئے وہ چمکتا ہے۔
وہ دعویٰ نہیں کرتا اس لئے اس کی بات ہر جگہ مسلّم ہے۔
وہ شیخی نہیں مارتا اس لئے کامیاب ہے۔
اسے زعمِ باطل کا خیال بھی نہیں ہوتا، اس لئے وہ سردار بن جاتا ہے۔
چونکہ وہ کسی سے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا، اس لئے

آسمان کے نیچے کوئی اس سے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ پرانی کہاوت کہ "جو کمان کی طرح جھکا ہے وہ راست ہو سکتا ہے" خالی الفاظ نہیں ہیں۔ اس کے اندر راستی کے کل مفاہیم شامل ہیں۔

---

[1] صراط میں اضداد پائے جاتے ہیں مگر مطلب اضافی ہیں۔

[2] "ایک" سے مراد صراط ہے۔

(۲۳)

کم سخنی فطری (طریقہ) ہے۔

کیونکہ آندھی صبح بھر نہیں چلتی رہتی نہ طوفانی بارش دن بھر ہوتی رہتی ہے۔

ان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ آسمان اور زمین۔ پس جب آسمان و زمین (جوش و خروش کو) دیر تک رکھنا پسند نہیں کرتے تو انسان کو تو اور بھی کم چاہیئے۔

پس وہ جو اپنے اعمال میں صراط پر قائم رہتا ہے، اپنے کو اور صراط کو ایک جانتا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہوتا ہے تو وہ کامیابی کو اپناتا ہے، اور اگر ناکامیاب ہوتا ہے تو ناکامیابی کو اپناتا ہے۔

اگر وہ صراط کو اپنا لیتا ہے تو وہ صراط حاصل کر کے خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ کامیابی کو اپنا لیتا ہے تو وہ کامیابی پر خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ ناکامی کو اپنا لیتا ہے تو وہ ناکامیابی پر بھی خوش ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو باب (۵) آخر جملہ

(۲۴)

کوئی شخص[1] پنجوں کے بل کھڑا نہیں رہ سکتا۔
کوئی شخص ٹانگیں پھیلا کر نہیں چل سکتا۔
جو نمائش سے کام لیتا ہے وہ نہیں چمکتا۔
جو دعوے کرتا ہے، وہ ثابت نہیں کرتا۔
جو شیخی مارتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔
جسے زعم باطل ہے وہ سردار نہیں بن سکتا۔

صراط کے متعلق (جس کا اس طرح کا رویہ ہو) اس کی بابت کہا جا سکتا ہے:

"ضرورت سے زائد غذا اور فضول کاموں سے سب نفرت کرتے ہیں، بالخصوص وہ جو صراط پر قائم ہے، وہ تو ان سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔"

ملاحظہ ہو۔ باب (۲۲)

[1] پنجوں کے بل کھڑا ہونا یا ٹانگیں پھیلا کر چلنا، قدرتی انداز نہیں ہیں، لہٰذا دیر تک نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر کوئی چاہے کہ پنجوں

کے بل گھٹنوں کھڑا رہے یا ٹانگیں پھیلا کر دوڑے تو وہ اپنی اس انوکھی وضع کو دیر تک قائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

لے فضول کاموں سے مراد بے جا رسم و رواج ہیں۔

(۲۵)

آسمان اور زمین بننے سے پہلے کوئی پگھلا ہوا مادّہ تھا۔

وہ کیسا ساکن اور کیسا خالی ہے۔ وہ اکیلا اپنی جگہ قائم ہے اور بدلتا نہیں، وہ سب میں سرایت کئے ہوتے ہے اور تھکتا نہیں۔ اس کو آسمان کے نیچے ہر چیز کی ماں کہنا چاہیئے۔

میں اس کا اصلی نام نہیں جانتا، مگر میں اسی کے دوسرے نام یعنی "صراط" کے نام سے پکارتا ہوں۔ اور بالفرض میں ساری قابلیت صرف کر کے اس کے لئے کوئی لفظ وضع کروں تو میں اُسے "بڑا" کہوں گا۔ "بڑے" کے معنی ہیں "گذرنا"۔ "گذرنے" کے معنی ہیں، "آگے جانا" "آگے جانے" کے معنی ہیں "لوٹنا" (برعکس)

چنانچہ صراط بڑا ہے، آسمان بڑا ہے۔ زمین بڑی ہے اور بادشاہ بڑا ہے۔ دُنیا میں چار بڑے ہیں، جن میں ایک بادشاہ بھی ہے۔ بادشاہ کا معیارِ عمل زمین، زمین کا

معیارِ آسمان، آسمان کا معیار صراط ہے اور صراط کا معیار فطرت ہے۔

صراط کے مبہم اور ناقابلِ فہم ہونے کے متعلق باب (۲) میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ باب بھی صراط کی تعریف میں ہے۔

(۲۶)

بھاری پن ہلکے پن کی جڑ ہے۔ سکون اضطراب کا آقا ہے۔

چنانچہ ایک نواب دن بھر اپنی لین ڈوری کے ساتھ سفر کرتا ہے اگرچہ (اس کے گرد وپیش) اس کا کیمپ اور دیدبان استادہ ہوتے ہیں، مگر وہ سکون و طمانیت کے ساتھ اپنے مقام پر قرار لیتا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ دس ہزار گاڑیوں کے مالک کا رویہ اس آسمان کے نیچے دوسروں کے ساتھ کس طرح ہلکا سُھلکا ہو سکتا ہے۔

اگر وہ[1] ہلکے پن سے کام لیتا ہے تو وہ اپنی جڑ چھوڑ رہا ہے۔ اگر وہ مضطرب ہے تو پھر اس کا دوسروں پر قابو چھوٹ رہا ہے۔

---

[1] ایک رئیس کے ساتھ اگرچہ بڑا لاؤ لشکر اور بہت سا سازوسامان ہوتا ہے، اور اس کے گرد وپیش بہت کچھ شور و

شغف ہوتا ہے مگر وہ بذاتِ خود بردبار اور خاموش ہوتا ہے۔

لہ ہلکا پن اور بھاری پن دونوں، یعنی حقیقی و مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان کے مجازی معنی ہیں: چھچھورا پن اور متانت

(۲۷)

ہوشیار مسافر کے لئے پگ ڈنڈیوں اور نشانوں کی ضرورت نہیں۔

ہوشیار مقرر کے لئے ملامت و تعریف کا سوال نہیں۔

ہوشیار محاسبوں کو حساب پٹیوں کی ضرورت نہیں۔

ہوشیار بند کرنے والا، کنڈی یا چٹخنی نہیں لگاتا پھر بھی (اس کا بند کیا ہوا) کھولنا ناممکن ہوتا ہے۔

اسی طرح عارف ہر ایک کی رکھوالی کرتا ہے، اس کا کام کسی کو چھوڑ دینا نہیں ہے۔ جو اچھے نہیں ہیں، ان میں سے بھی کون چھوڑا جا سکتا ہے۔؟

وہ ہمیشہ ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے، کیونکہ اس کا کام چیزوں کو خارج کر دینا نہیں ہے۔ اسی کو دوہری دانشمندی کہتے ہیں۔ اچھا آدمی بروں کا آقا ہے۔ بڑے

اچھوں کے لئے مواد کا کام دیتے ہیں۔ کوئی کیسا ہی عقلمند ہو اپنے استاد کی قدر نہ کرنا یا اپنے مواد کو ضائع کرنا، بڑی غلطی ہے۔ اس میں ایک بڑا راز پوشیدہ ہے۔

تجربہ کار مسافر کی آنکھیں گاڑی کے پہیوں کا نشان تلاش نہیں کرتیں۔ وہ اپنی راہ خود نکال لیتا ہے۔ اسی طرح ایک کامیاب مقرر اپنی خطابت کی محض تعریف سے مطمئن نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصدِ خطابت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ علیٰ ہٰذا اچھا حساب کرنے والے، اچھا بند کرنے والے، اچھا باندھنے والے اپنے اپنے فنون میں مخصوص ذرائع استعمال نہیں کرتے۔

عارف کا دروازہ، صراطِ حق کی طرح ہر ایک کے لئے کھلا ہوا ہے۔ وہ کسی کو نکال باہر نہیں کرتا۔ وہ کسی چیز کو خارج نہیں کرتا اُسے اچھا بُرا سب منظور ہوتا ہے۔ برائی اچھائی کا خام مال ہے۔ بُرائی اچھائی کا مواد ہے، اگر برائی کو پھینک دیا جائے تو پھر اچھائی کہاں سے آئے گی۔

(٢٨)

رجولیت[1] کا شعور رکھتے ہوئے، نسوانیت قائم رکھنا اُس گھاٹی کی مثال ہے جو کُل کائنات کے کام آتی ہے۔ کیونکہ وہ کُل کائنات کی گھاٹی ہے، اس لئے "مستقل فضیلت" (جو ایک قوت ہے) اس میں سے رِس کر باہر نہیں نکل سکتی۔ وہ شیر خوار بچہ کی حالت پر غور کرتا ہے۔

سفیدی[2] کا شعور ہونا، لیکن سیاہی قائم رکھنا ساری کائنات کا پیمانہ ہے۔ مستقل فضیلت' (قوت) اس کا ساتھ دیتی ہے۔ وہ ایسی حالت کی جانب عود کرتا ہے جہاں ستون نہیں ہوتے۔

عزت کا شعور رکھتے ہوئے، رسوائی سہنا، اس گھاٹی کی مثال ہے جو کُل کائنات کے لئے ہے۔ چونکہ وہ کُل کائنات کے لئے گھاٹی بن[3] گیا ہے۔ اس لئے اس کے اندر مستقل فضیلت (قوت) کافی ہوتی ہے۔ وہ اَن گھڑے لکڑی کے کندے کی حالت کی طرف

عود کرتا ہے۔

ان گڑھے کندے کے (گڑھنے اور) کٹ کٹا جانے کے بعد برتن بن جاتے ہیں۔ عارف ان کو استعمال کرکے وزیرِ اعظم بن جاتا ہے۔

کیونکہ لکڑی کی (فنکارانہ) تراش خراش، اُسے بے تحاشہ کاٹنے سے پیدا نہیں ہوتی۔

۱؎ صراطیت میں نسوانی، انفعال اور عدم عمل کی حالت پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ عدم عمل کی مثال اس پانی کی ہے جو گھاٹی میں جمع ہو جاتا ہے اور نکل نہیں سکتا۔ جو ایسا کرتا ہے وہ شیر خوار بچہ کی حالت پر آ جاتا ہے جس میں ہر طرح کی امکانی قوت موجود رہتی ہے۔

۲؎ سفیدی و سیاہی کا تضاد مذکّر و مؤنث کے تضاد کے مساوی ہے۔ پیمانہ کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۲۳ و ۶۵)۔ ایسی حالت میں وہ قدیم زمانہ کی معصومیت سے روشناس ہوتا ہے۔

۳؎ عزت و ذلّت کی پرواہ نہ کرنے سے فضیلتِ عظمیٰ پیدا

ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح گھاٹی میں پانی جمع ہوتا ہے۔

سکہ برتن کا محاورہ، ماتحت افسروں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وزیرِ اعظم ماتحت افسروں کو برتن کی طرح استعمال کرتا ہے۔

(۲۹)

وہ لوگ جو کائنات پر اپنے عمل کے بل پر قابض و متصرف ہونا چاہتے ہیں، میں نے ان کی دُردشا دیکھی ہے۔

کائنات کا روحانی برتن[1] بنایا نہیں جا سکتا۔ جو اُسے بناتا ہے وہ اسے بگاڑتا ہے۔ جو اسے پکڑتا ہے وہ اُسے کھوتا ہے۔

عارف کچھ نہیں کرتا، اس لئے وہ کچھ نہیں بگاڑتا۔ وہ کچھ نہیں پکڑتا، اس لئے وہ کچھ نہیں کھوتا۔

کائنات میں کبھی ترقی ہوتی ہے کبھی تنزل، کبھی وہ ہلکے ہلکے سانس لیتے ہیں کبھی وہ زور زور سے ہانپتے ہیں۔ کبھی وہ از سرِ نو شروع ہوتے ہیں۔ کبھی وہ زائل ہو جاتے ہیں۔

عارف اصرار سے پرہیز کرتا ہے۔ وہ اسراف سے پرہیز کرتا ہے۔ وہ افراط سے پرہیز کرتا ہے۔

---

[1] "روحانی برتن" میں نو کانسی کے برتنوں کی جانب تلمیح ہے جن میں سے ہر ایک کی تابع سلطنت کا ایک رقبہ سمجھا جاتا تھا۔

چنانچہ سلطنت کے نو رقبے نو برتوں کے تابع تھے۔ بلیک نے صاحب نے ڈاؤ ڈا جنگ کے ترجمے "طریقِ حیات" میں اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ کائنات خدا کی مخلوق ہے، لہٰذا انسان خود ایک مخلوق ہے، اس میں دخل دینے کا مجاز نہیں۔ اگر انسان ایسا کرتا ہے تو بجائے سنوارنے کے حالات کو اور بگاڑتا ہے۔ اس لیے کہ جب تک کسی شے پر پورا عبور حاصل نہ ہو، اس میں بے سوچے سمجھے رد و بدل اس کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ جیسے ایک اناڑی مشین کو بگاڑ دیتا ہے۔

صراطیت میں عدم عمل، اصولِ اوّل ہے۔ عمل کی ہر شکل، مثلاً بنانا، پکڑنا، زور زور ہانپنا، صراطیت کے منافی ہیں۔ خاموشی، دھیرج، انفعالی اور سلبی کیفیت عدم عمل کی شکلیں ہیں جنہیں صراطی کو اختیار کرنا چاہیئے۔

(۳۰)

جو شخص صراط سے ہم آہنگ ہو کر فرماں روا کی مدد کرتا ہے، وہ کائنات پر جبر نہیں کرتا، جس سے ردِّ عمل ہوتا ہے۔

جہاں فوجیں اپنا ڈیرہ ڈالتی ہیں وہاں جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوتے ہیں۔

بڑی بڑی فوجی مہموں کے بعد تباہی کے سال لازمی طور پر آتے ہیں۔

ہوشیار (جنرل) دلیر ہوتا ہے۔ وہ (سلطنت پر) قبضہ کرنے کے لئے تشدّد نہیں کرتا۔

وہ دلیری سے کام لے سکتا ہے مگر اسے ڈینگیں نہ مارنا چاہئیں۔ وہ دلیر ہو سکتا ہے لیکن اسے شیخی خورا نہ ہونا چاہیئے۔ وہ دلیر ہو سکتا ہے لیکن اُسے مغرور نہ ہونا چاہیئے۔ وہ دلیری سے ضرور کام لے، اس لئے کہ اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ وہ دلیر ہو سکتا ہے لیکن اسے تشدّد سے کام نہ لینا چاہیئے۔

تشدّد، شیخی، غرور، صراط کے منافی اعمال ہیں۔

(۳۱)

فی الحقیقت چونکہ ہتھیار بدی کے اوزار ہیں جن سے ہر شخص ہمیشہ نفرت کرتا ہے اس لئے وہ جو صراط پر قائم ہے ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔

مکان پر ایک شریف زادہ بائیں جانب کو عزت کی جگہ سمجھتا ہے، لیکن جب وہ ہتھیار اٹھاتا ہے تو وہ داہنے جانب کو عزت کی جگہ سمجھتا ہے۔

ہتھیار بدی کے اوزار ہیں اور ایک شریف زادہ کو زیب نہیں دیتے وہ ان کو مجبور ہو کر اٹھاتا ہے۔ مگر امن وامان کو ہمیشہ ترجیح دیتا ہے۔ وہ فتح مندی میں کوئی خوبی نہیں پاتا۔ اگر اس میں خوبی ہوتی تو انسانوں کے کشت وخون میں اسے کچھ لطف آتا۔ جسے انسانوں کے کشت وخون میں لطف آتا ہے وہ اپنا حکم کائنات پر نہیں چلا سکتے۔

خوشی کے موقعوں پر بائیں جانب عزت کی جگہ سمجھی جاتی ہے۔ غم کے موقعوں پر داہنے جانب کی قدر کی جاتی ہے۔ نائب کمان دار بائیں جانب متعین کیا جاتا ہے۔ کمان دار

خصوصی داہنے جانب متعین کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سوگواری کے رسوم کے لحاظ سے متعین کئے جاتے ہیں۔

انسانوں کے غولوں کی خون ریزی پر گریہ و بکا کے ساتھ ماتم کیا جاتا ہے۔ اس لئے جنگ میں فتح حاصل ہونے پر ان کا تعین مقام، سوگ کی رسموں کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔

قتل و غارت صراطِ حق کے منافی ہے۔ فرماں رواؤں کو ہمیشہ جنگ و جدل پر امن و امان کو ترجیح دینا چاہیئے۔ حقیقت میں کشت و خون سے کسی کو مسرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کشت و خون سے رنج و غم، قدرتی طور پر وابستہ ہیں۔ اس لئے چینی رسمِ غم کے لحاظ سے کمانڈر ان چیف کی جگہ داہنے جانب میمنہ پر اور اس کے نائب کی جگہ بائیں جانب، میسرہ پر ہوتی ہے۔

اگر کوئی ہتھیاروں کو طبعاً پسند کرتا ہے اور اسے انسانوں کے قتلِ عام اور خوں ریزی میں لطف آتا ہے تو وہ صراطِ حقیقت سے ہٹا ہوا، عجیب الخلقت انسان ہے۔ ایسے شخص سے کائنات کبھی ہم آہنگ نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا حکم کائنات پر نہیں چل سکتا۔ اس کی تعبیر یہی

میں خرابی کی صورت مضمر ہے۔

صراط کے جوہری امتیازات، ہم آہنگی و آشتی، لطف و محبت، امن و امان اور "جیو اور جینے دو" کا مسلک، ہیں۔

(۳۲)

صراط[1] گم نام شے کی سادگی رکھتا ہے۔ البتہ تراش خراش کے بعد اس کے بہت سے نام ہو جاتے ہیں۔

چونکہ ناموں[2] کا بھی وجود ہے، اس لئے عارف ہی جانتا ہے کہ کہاں قرار کیا جائے۔

وہ جو قرار کی جگہ سے واقف ہے وہی بے خطر رہ سکتا ہے۔

صراط[3] اور کائنات کے باہمی رشتہ کا ہم اُس رشتہ سے مقابلہ کر سکتے ہیں، جو سیلابوں اور تیز چشموں کا وادیوں سے اور دریا کا سمندر سے ہے۔

---

[1] صراط، لکڑی کے اس ناتراشیدہ کندے کی طرح ہے جو تیشہ کی ضربوں سے ناآشنا ہو۔ لیکن جب وہ کٹ کر میز، کرسی، الماری بن جاتا ہے تو اس کی دنیا محدود ہو جاتی ہے۔ اسم اپنے موسوم کو محدود کر دیتا ہے۔ ناتراشیدہ لکڑی سینکڑوں شکلوں میں منتقل ہونے کے امکانات رکھتی ہے،

مگر کرسی، کرسی اور میز، میز ہی ہمیشہ بنی رہتی ہے۔

۲۵ اب، صراطِ حق پر چلنے والا عارف ہی جان سکتا ہے کہ کہاں قرار کرنے میں عافیت ہے: آیا "گم نام" مقام پر جہاں امکانات کی دنیا ہر طرف، دور دور تک پھیلی ہوتی ہے یا "نامدار" مقام پر جس کی دنیا اس کے حدود کے اندر محدود ہے۔

پروفیسر لیگ نے "تعلیم اعظم" کی تفسیر میں بھی یہی نکتہ بیان کیا ہے، جہاں بتایا گیا ہے کہ فرماں روا کا مقام مستقر انسانیت، وزیر کا عزت، اولاد کا سعادت مندی، والدین کا شفقت اور شہریوں کا اعتماد ہے۔ ہر شے اپنے مخصوص مقام پر جانے میں سراسر خطرہ ہے۔

۱ ۲ ۳

۳۵ کائنات و صراط، تیز چشمہ اور وادی، دریا اور سمندر، ان تینوں زوجین (جوڑوں) میں حرکت اور سکون کا تضاد پایا جاتا ہے۔ زوجین کا جزوِ اول، حرکت اور جزوِ ثانی سکون کا مظہر ہے۔

(٣٣)

جو غیر کا علم رکھتا ہے وہ عالم ہے، جو اپنی ذات کا علم رکھتا ہے وہ روشن ضمیر ہے۔

جو دوسروں پر غلبہ حاصل کرتا ہے وہ شہ زور ہے مگر جو اپنے اوپر غالب آتا ہے وہ قوی ہے

جو پوری طاقت سے عمل کرتا ہے وہ صاحبِ عزم ہے، جو قناعت پر عمل کرتا ہے وہی صاحبِ دولت ہے۔

جو اپنی مقررہ جگہ نہیں چھوڑتا وہ باقی رہتا ہے، جو نیست و نابود ہوئے بغیر مرتا ہے اسی کو بقاء دوام حاصل ہے۔

یہاں بھی اضداد کے زوجین ہیں، جن کا پہلا جزو دوسرے پر فائق ہے۔ چوتھے زوجین کی منطق کا رخ، پہلے تین زوجین کی منطق سے مختلف ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ نہیں ہے کہ پہلی شق دوسرے شق پر افضل ہو۔ اپنا مقررہ مقام نہ چھوڑنا اور شدتِ عمل سے کسی کام کو وقت سے پہلے انجام دینا، کسی پھل کو وقت سے پہلے پکانے کی کوشش نہ کرنا، صحیح معنی میں ایک صراطی اور قابلِ ستائش عمل

ہے۔ دوسری شق دو توضیحوں کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اوّل یہ کہ موت سے یہاں مفہوم قدرتی موت ہے جو صاحبِ حیات کی پوری قدرتی ترقی و تکمیل کے بعد واقع ہوتی ہے، درانحالیکہ جوشِ عمل اور شدتِ سعی کے بل پر ترقی و پختگی کی آخری منزل کو وقت سے پہلے حاصل کرنا خطرناک ہے دوسرے یہ کہ موت سے یہاں مراد تحلیلِ عناصر لی جائے جس میں جسم قطعاً نیست و نابود ہونے کے بجائے دوسری شکل میں تبدیل ہو کر، باقی رہتا ہے۔

اس باب کے سیدھے سادے معنی یہ ہیں کہ جو شخص صراطِ حق سے واقف ہو گیا وہ موت کا بھی اسی طرح استقبال کرتا ہے جس طرح حیات کا اور جب موت و حیات کو ایک درجہ پر رکھ دیا تو پھر ایک سے بھاگ کر دوسری کی طرف جانا بے معنی ہے۔ رضا بہ قضا کا یہی مسلک ہے۔

(۳۴)

صراط اعظم کس قدر پیچیدہ ہے۔ وہ داہنی جانب
بھی جاتا ہے اور بائیں جانب بھی۔
دس ہزار موجودات اپنے وجود کو اسی پر مبنی رکھتے ہیں
اور وہ ان کی نفی نہیں کرتا۔
وہ دس ہزار موجودات کی پرورش کرتا ہے مگر ان
کا مالک بن کر نہیں بیٹھ جاتا۔
اس کا نام چھوٹی سے چھوٹی چیز کے ساتھ لیا
جا سکتا ہے۔
دس ہزار موجودات کی بازگشت اس کی جانب ہے
مگر وہ ان کا آقا نہیں بن جاتا۔
اس کا نام بڑی بڑی موجودات کے ساتھ لیا
جا سکتا ہے۔
چونکہ وہ کبھی اپنی بڑائی کا دعوے نہیں کرتا؛ اس لئے
وہ بڑی سے بڑی بڑائی کا مستحق ہے۔

صراطِ حق قطعاً غیر جانب دار ہے۔ اس

کی نظر میں چپ و راست یکساں ہیں وہ کل کائنات پر بالا اور افضل ہے، مگر وہ غرور اور قوت کی نمائش سے کراہت کرتا ہے۔

(۳۵)

جس کے اندر "شبیہ عظمیٰ"[1] پوشیدہ ہے، کائنات
اسی کی جانب بازگشت کرتی ہے۔

جو چیزیں اس کی جانب بازگشت کرتی ہیں وہ گزند
سے محفوظ رہتی ہیں اور (آسمان و زمین کے ساتھ) امن و
اتحاد میں قرار اختیار کرتی ہیں۔

موسیقی اور تکلفات ایک اجنبی راہ گیر کے قدموں
کو روک سکتے ہیں۔

لیکن وہ الفاظ جو صراط کے لئے استعمال کئے جاتے
ہیں وہ پھیکے اور بے ذائقہ ہوتے ہیں۔

دیکھنے ہیں[2] وہ دیکھنے کے قابل نہیں۔

سننے ہیں وہ سننے کے قابل نہیں۔

لیکن استعمال کرنے ہیں وہ کبھی نہ ختم ہونے والی
چیز ہے۔

---

[1] شبیہ عظمیٰ سے مراد وہ اعلیٰ تصور ہے کہ جو

افلاطون کے "عین" کی طرح کائنات اور عالم موجودات اس کا سایہ اور مثال ہے۔

لے صراط ایک غیر محسوس شے ہے۔

(۳۶)

اگر تم سکڑنا چاہتے ہو تو پہلے پھیلو۔
اگر تم کمزور ہونا چاہتے ہو تو پہلے مضبوط بنو۔
اگر تم پھینکنا چاہتے ہو تو پہلے اٹھاؤ۔
اگر تم واپس لینا چاہتے ہو تو پہلے دو۔

اسے "باریک نظر" کہتے ہیں۔ نرم سخت پر غالب آتا ہے اور کمزور طاقت ور پر غالب آتا ہے۔

جس طرح گہرائی سے مچھلی کو نہ نکالنا چاہیئے، اسی طرح ریاست کے تیز[1] اوزار لوگوں کو دکھانا نہ چاہئیں۔

---

[1] حکومت کو اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کرنا چاہیئے بلکہ اسے عوام کی نظر سے مخفی رکھنا چاہیئے۔ تیز اوزار سے مراد ہتھیار ہیں۔

(۳۷)

صراط بالکل ساکن ہے تاہم کوئی کام ناتمام نہیں رہتا۔ اگر ماتحت فرماں روا اس کو ملحوظ رکھیں تو دس ہزار امور خود بخود انجام پذیر ہوتے چلے جائیں گے۔ اگر دوران عمل خواہشات سر اٹھائیں تو میں انھیں گمنام (قدرتی) سادگی سے دبا دوں گا۔

(قدرتی) سادگی اگرچہ معمولی حیثیت کی معلوم ہوتی ہے، لیکن کائنات میں کوئی شے اسے غلام نہیں بنا سکتی۔ اگر ماتحت فرماں روا اس کو ملحوظ رکھیں تو دس ہزار چیزیں خود بخود ان کے پاس ذخیرہ ہو جائیں گی۔ آسمان اور زمین دونوں ان کو شیریں شبنم سے سیراب کریں گے، اور لوگ بغیر کسی کے دعوت کے اس سے مستفید ہوں گے۔

حقیقت میں وہ تارکِ لذّات ہو جائیں گے اور ترکِ لذّت سے انھیں فی الجملہ سکون حاصل ہوگا اور آسمان کے نیچے ان کے سارے کام خود بہ خود سر انجام ہوتے چلے جائیں گے۔

؎ جس طرح ناتراشیدہ لکڑی کے کندے کا کچھ نام نہیں ہوتا اور نہ اس سے کوئی خواہش وابستہ ہوتی ہے۔ تراش خراش کے بعد امتیازات پیدا ہوتے ہیں جن کے اظہار کے لئے اصطلاحیں وضع کی جاتی ہیں اور جو بالآخر پسندیدگی و ناپسندیدگی، اچھائی اور برائی، کا محل بن جاتے ہیں۔

دفتر دوم

(۳۸)

اعلیٰ فضیلت اپنی فضیلت کا ادعا نہیں کرتی اس لئے وہ فضیلت ہے۔

ادنیٰ فضیلت کا احساس نہیں چھوڑتا، اس لئے وہ کوئی فضیلت نہیں۔

اعلیٰ فضیلت سعی و عمل سے پاک ہے۔ وہ بے غرض ہے۔

ادنیٰ فضیلت عمل اور غرض کی تابع ہے۔

اعلیٰ انسانیت کے لئے عمل درکار ہے مگر اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔

اعلیٰ عدل کے لئے عمل اور غرض دونوں ضروری ہیں۔

رسم و رواج کے مطابق کردار (والا شخص) عمل کرتا ہے اور اس کا کچھ رد عمل نہ پاکر اپنی آستین چڑھا لیتا ہے اور جھگڑے میں پہل کرتا ہے۔

الغرض ترکِ صراط کے بعد انسان فضیلت پر زور دیتا ہے۔ ترکِ فضیلت کے بعد انسانیت پر زور دیتا ہے، ترکِ انسانیت کے بعد عدل پر زور دیتا ہے۔ ترکِ عدل کے بعد رسوم پر زور دیتا ہے۔

رسوم، وفاداری اور نیک نیتی کا پتلا خول اور بدنظمی کا آغاز ہوتے ہیں۔ پیش بینی صراط کی تجلّی اور حماقت کی ابتدا ہے۔

اس لئے "بڑا بالغ" وہ ہے جو موٹا چھوڑ کر پتلا نہ لے جو گری چھوڑ کر، کلی نہ لے۔

اس لئے وہ اُس کو چھوڑ کر، اِس کو لیتا ہے۔

انسانیت، عدل اور رسوم کی خوبی پر کونگ فوزی نے خاص طور پر زور دیا ہے۔ مگر صراطیت کی نظر میں یہ تینوں اضافی فضائل، ہیں۔ اس قدری پیمانہ کے مطابق انسانیت کے بعد عدل کا درجہ اور عدل کے بعد رسوم کا درجہ ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے جُہلا کے نزدیک جو کچھ ہے رسم و رواج ہے۔ وہ اعلیٰ فضائل کو مراسم کی خاطر تج دیتے ہیں، اور ان کے دین و ایمان کا تار و پود رسم و رواج ہی ہوتے ہیں۔

(۳۹)

وہ چیزیں جنہیں قدامت سے یکتائی ملی ہے (حسب ذیل ہیں)

آسمان کو یکتائی ملی اور وہ صاف و شفاف بنا۔
زمین کو یکتائی ملی اور اس کو قرار ملا۔
روحوں کو یکتائی ملی اور وہ جاندار بنیں
وادیوں کو یکتائی ملی اور وہ پُر ہوئیں۔
دس ہزار چیزوں کو یکتائی ملی اور وہ پیدا ہوئیں۔
جاگیرداروں کو یکتائی ملی اور وہ آسمان کے نیچے سب چیزوں کے مصلح قرار پاتے۔
یہ سب کچھ (یکتائی سے) انجام پایا۔
اگر اس سے آسمان میں صفائی نہ آتی تو اندیشہ تھا کہ وہ شق ہو جاتا۔
اگر اس سے زمین کو قرار نہ ملتا تو وہ متزلزل رہتی۔
اگر اس سے روحوں میں جان نہ پڑتی تو اندیشہ تھا کہ وہ فنا ہو جاتیں۔

اگر اس سے وادیاں لبریز نہ ہوتیں تو اندیشہ تھا کہ وہ خشک ہو جاتیں۔

اگر اس سے دس ہزار چیزیں نہ پیدا ہوتیں تو اندیشہ تھا کہ وہ معدوم ہو جاتیں۔

اگر اس سے جاگیرداروں میں شریف اور اعلیٰ اخلاق نہ پیدا ہوتے تو اندیشہ تھا کہ وہ ٹھوکر کھاتے۔

کیونکہ شریف کی جڑ رذیل ہے۔ اعلیٰ کی بنیاد ادنیٰ ہے۔ اس لئے جاگیردار اپنے کو "یتیم" "اکیلا" اور "محروم" کہتے ہیں بقا اس وجہ سے کہ رذیل (عوام) ان کی جڑ ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ عزت وہ ہے، جس کی عزت نہ کی جاتی ہو۔ اس کی خواہش یہ نہیں ہوتی کہ وہ لشیب کی طرح، خوشنما اندازوں پر تراشی جائے، بلکہ وہ یہ چاہتی ہے کہ کنکر پتھر کی طرح ہر جگہ بکھری ہوئی پائی جائے۔

یکتائی صراط کی جوہری صفت ہے۔ اور جو اس صفت سے متصف ہوا وہی افضل و اعلیٰ بنا۔ ولی عہد یتیم ہونے کے بعد ہی بادشاہ بنتا ہے۔ فرماں روا کے لئے انکسار بہتر ہے

صفت ہے۔ انھیں یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ان کی بہبودی کی جڑ عوام ہیں جو ان کے مقابلہ میں ارذل اور ادنیٰ ہیں چنانچہ حقیقی معنی میں صاحبِ عزت وہی ہے، جو عزت کو تلاش نہ کرے، بلکہ کنکر پتھر کی طرح ہر جگہ انکسار سے بچھا جاتا ہو۔

(۴۰)

صراط کی نقل و حرکت کیا ہے۔ الٹا پلٹنا۔
صراط کا دستور کیا ہے۔ کمزور ہونا۔
آسمان اور زمین اور دس ہزار کائنات "وجود" سے
پیدا ہوئے۔ وجود عدم سے پیدا ہوا۔

صراط کی اس جوہری خصوصیت یعنی وجود و عدم کے تواتر کی جانب، گذشتہ ابواب میں جابجا اشارہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص باب اوّل کا تو اصل موضوع ہی یہ ہے۔ لذّت و الم، شادی و غم، فارغ البالی اور افلاس کا باہمدگر چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن ایک سچے صراطی کا دستور العمل یہ ہے کہ ہر حال میں، صبر و شکر، رضا بہ قضا، اور توکل پر قائم رہے۔ انفعال کے اندر ہی فعل کی زبردست قوتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

عدم و وجود کے مسئلہ پر عصر جدید کے مفکر
ژین پال سارٹرے کا ضخیم مقالہ BEING AND NOTHINGNESS

قابلِ دید ہے۔ اگرچہ اصل فرانسیسی تصنیف بھی کچھ زیادہ پرانی نہیں، اس کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

(۴۱)

جب اعلیٰ درجہ کا انسان صراط کا تذکرہ سنتا ہے تو وہ حتی الامکاں اس پر عمل کرتا ہے۔

جب اوسط درجہ کا انسان صراط کا تذکرہ سنتا ہے تو وہ کبھی اسے قبول کرتا ہے، کبھی رد کرتا ہے۔

جب ادنیٰ درجہ کا انسان صراط کا تذکرہ سنتا ہے تو وہ زور سے اس پر ہنستا ہے۔

اگر اس پر ہنسا نہ جائے تو وہ پھر صراط خیال کئے جانے کے قابل نہ ہوگا کیونکہ ایک مسلمہ کہاوت ہے۔

کہ "روشن راستہ تاریک نظر آتا ہے۔

آگے بڑھتا ہوا راستہ پیچھے ہٹتا ہوا نظر آتا ہے۔

ہموار راستہ اونچا نیچا نظر آتا ہے۔

اعلیٰ فضیلت وادی کی طرح ہے۔

صاف سفید رنگ گدلا نظر آتا ہے۔

وسیع ترین فضیلت محدود نظر آتی ہے۔

مستحکم ترین فضیلت کمزور نظر آتی ہے۔

اصلی جوہر[2] داغدار معلوم ہوتا ہے۔

سب سے بڑے مربع[3] کے زاویہ نہیں ہوتے

سب سے بڑا برتن سب سے آخر میں مکمل ہوتا ہے۔

سب سے بڑی موسیقی کی لے نرالی ہوتی ہے۔

سب سے بڑے بت کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

صراط[4] پوشیدہ اور گم نام ہے۔ وہ فیض و کرم ہے اور کوئی شے بغیر اس کے مکمّل نہیں ہو سکتی۔

---

[1] باب (۴۰) کا سلسلہ خیال اس باب میں بھی جاری ہے۔ صراط اجتماعِ ضدین کا مصداق ہے، جس کی چند مثالیں یہاں مذکور ہیں۔

[2] جو چیز ٹھوس ہے وہ سوراخدار معلوم ہوتی ہے۔ صراطیت میں اصلیت جوہر، حقیقت، ماہیتِ شے کا بار بار تذکرہ اور تعریف آتی ہے۔

[3] بڑے مربع سے مراد میرے خیال میں "بڑا طریقہ" نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض انگریزی شارحین نے لکھا ہے۔ میرے خیال میں بڑے مربع سے مراد نفس مکان (SPACE) ہے، مکان

کا قدیم تصور "ایک بڑا مربع" ہی تھا، اس لئے کہ اس کے دور دراز گوشوں پر، مشرق، مغرب، جنوب، شمال، ثابت سمجھے جاتے تھے۔ محض مکان کا تصور جس کی کوئی مخصوص اقلیدسی شکل نہ ہو اور زاویوں سے بری ہو، بعد کی مابعد الطبیعاتی اپج ہے۔

ـہ صراط ہر قسم کی تجدید و تخصیص سے آزاد ہے۔ اس لئے اس کا کوئی نام نہیں ہو سکتا۔ کائنات میں اس کا جلوہ ہر جگہ ہے۔ اور مادّی کمال اسی کی داد و دہش کا رہینِ مِنّت ہے۔

(۴۲)

ایک[1] نے دو پیدا کئے، دو نے تین اور تین[2] نے دس ہزار چیزیں پیدا کیں۔

دس ہزار چیزیں اندھیرے (ین[3]) کو چھوڑ کر روشنی (یانگ) سے ہم آغوش ہوتی ہیں۔ خلاء کے ابخرات اُن کو سمو کر متحد کر دیتے ہیں۔

لوگ "یتیمی"، "تنہائی" اور "محرومی" کو پسند نہیں کرتے مگر بادشاہ اور نواب اپنے لئے یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

کیونکہ چیزیں کبھی گھٹانے سے بڑھتی اور بڑھانے سے گھٹتی ہیں۔

جو دوسروں نے تعلیم دی ہے وہی میں دے رہا ہوں۔ "تشدد پرست کبھی قدرتی موت نہیں مرتے۔" میں اس عقیدہ کا حامی ہوں۔

---

[1] صراط کی صفت وحدت ہے، مگر وحدت سے ثنویت

اور ثنویت سے تثلیث اور تثلیث سے کثرت پیدا ہوتی ہے۔

۲ہ "تنین" سے مراد، آسمان، زمین اور انسان ہیں، جن سے کل کائنات پیدا ہوتے۔ قدیم چینی عقیدہ یہی تھا۔

۳ہ اس باب میں پہلی بار "ین" اور "یانگ" کا ذکر آیا ہے۔ یہ دو تصوّر، چین کی تیسری صدی ق۔ م۔ کے فکری پس منظر کے دو بڑے جز ہیں۔ ین، یانگ کی ثنویت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

قدیم چینی کونیات (COSMOLOGY) کے دو بڑے ستون یہی دو زوجین، ین اور یانگ ہیں۔ "ین" کا تصوّر ان تمام صفات پر حاوی ہے جن میں زنانہ پن، مفعولیت، نرمی، نفی، تاریکی اور سردی وغیرہ کے مفاہیم پائے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف "یانگ" کا تصوّر ان تمام صفات کو شامل ہو، جن میں مردانہ پن، فاعلیت، سختی، اثبات، روشنی اور گرمی وغیرہ کے اثرات پائے جاتے ہیں۔

ین اور یانگ، کائنات میں توام ہیں جس کا نقشہ یہ ہے۔

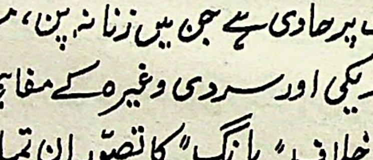

مقالہ "صراطِ حقیقت اور اس کی فضیلت" میں تمام تر ین کی تحسین اور یانگ کی تذمیم ہے حالانکہ اس زمانہ کا چینی سماج - قبیلی یا پدری (PATRIARCHAL) تھا۔ لاؤڈزے کے خیال میں صراط اور دانشمند ہے۔ نسوانیت زنانیت اور نرمی کے مطابق اور رجولیت، مردانگی، اور سختی کے منافی ہے۔ چنانچہ تشدّد پرست لوگ، جو انتہائی مردانگی کی ایک مثال سمجھے جاتے ہیں، بالعموم تشدّد ہی کی موت مرتے ہیں۔ یعنی ان کی موت قدرتی طور پر نہیں بلکہ قتل یا زہر خورانی وغیرہ شکلوں میں واقع ہوتی ہے۔

بادشاہ اور فرماں روا اپنے خطبوں میں اپنے لئے "یتیم"، "محروم" وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ان کے انکسار اور نیز امرِ واقعہ کا اظہار کرتے ہیں، یعنی یہ کہ بادشاہ کا بیٹا، یتیم ہوئے بغیر تختِ شاہی پر نہیں بیٹھتا۔ چنانچہ بادشاہ ہونے کے لئے یتیمی گویا شرطِ اوّل ہوئی۔

(۴۴)

نام یا انسان کون عزیز تر ہے۔؟
انسان یا ساز و سامان کس کا پلّہ بھاری ہے؟
نفع یا نقصان کون بدتر ہے؟
کیونکہ جتنا زیادہ بچایا جائے گا، اتنا ہی زیادہ خرچ ہو گا۔
جتنا جمع کیا جائے گا، اتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا۔
قناعت[1] پرست کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔
جو اپنا مقام پہچانتا ہے۔ وہ بے خطر ہے۔
وہ[2] بدیر باقی رہے گا۔

---

[1] صاحبِ قناعت شرمندگی اور موت دونوں سے بہت کچھ محفوظ ہے۔

[2] یعنی اس کی عمر بڑی ہوتی ہے۔

(۴۵)

بے داغ (چینی کے واز 'VASE') کو بال پڑا سمجھ لو اور وہ کبھی استعمال میں نہیں گھسے گا۔

لبریز (واز) کو خالی سمجھ لو اور وہ کبھی استعمال سے خشک نہ ہوگا۔

نہایت سیدھے کو ٹیڑھا، نہایت ہوشیار کو بھدا، نہایت فصیح کو ہکلا سمجھ لو۔

ٹہلنے سے سردی پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے، مگر گرمی پر سکون ہی غالب آتا ہے۔

صفاتی اور سکون کائنات کے مُصلح ہیں۔

اگر بے عیب اور سالم برتن کو ناقص اور شکستہ سمجھ کر احتیاط سے برتا جائے تو وہ بہت دن چلتا ہے۔ یعنی احساسِ نقص اس کی بقا کی ضمانت ہے۔ لیکن اگر ہم کسی کو بے عیب و کامل سمجھ کر چھوڑ دیں تو اس میں سیکڑوں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔

(۴۶)

جب سلطنت صراط پر قائم ہوتی ہے (تو) جنگی گھوڑے کھاد کے لئے اصطبل میں باندھے جاتے ہیں۔

جب سلطنت صراط سے علیحدہ ہوتی ہے تو جنگی گھوڑوں کی نسل پیدا کرنے کے لئے گاؤں گاؤں انتظام ہونے لگتا ہے۔

خواہشاتِ نفسانی سے زیادہ بڑا کوئی گناہ نہیں۔

اور یہ نہ جاننے سے کہ کس قدر کافی ہوگا، زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں۔

کیونکہ یہ جاننا کہ کافی کافی ہے، ہمیشہ کفایت کی ضمانت ہے۔

صراط پر عمل سے جنگ وجدل کا خاتمہ اور زراعت و حرفت میں ترقی ہوتی ہے۔ انسان کے لئے خواہشاتِ نفسانی اور حرص وہوا سے زیادہ بڑی کوئی دوسری مصیبت وآفت نہیں ہو سکتی۔ قناعت پر عمل سے ہر چیز کافی ہو جاتی ہے۔

(۴۷)

دروازہ سے قدم نکالے بغیر ساری کائنات کا علم حاصل کرنا۔

کھڑکی سے باہر جھانکے بغیر، صراطِ حق کو دیکھ لینا:
جتنا انسان آگے بڑھتا ہے، اتنا ہی کم جانتا ہے۔
اس لئے عارف بغیر سفر کئے علم حاصل کرتا ہے، بغیر دیکھے ہوتے چیزوں کے نام جانتا ہے، بغیر عمل کے کامیاب ہوتا ہے۔

حقیقی علم اُس علم سے مختلف ہے جو تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ حقیقی علم عدم عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے سیر و سیاحت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ زاویہ تنہائی درکار ہے۔

(۴۸)

علم پر عمل کرنے سے روزانہ بڑھاؤ پیدا ہوتا ہے۔
صراط پر عمل کرنے سے روزانہ گھٹاؤ پیدا ہوتا ہے
گھٹاؤ پر گھٹاؤ۔ یہاں تک کی عدم عمل کی حد آجاتی ہے۔

نہ کرنے سے کوئی کام نہیں جو پورا نہ ہو جاتا ہو۔

طالبِ علم روزانہ اپنے علم میں تحصیل علم سے اضافہ کرتا ہے، لیکن صراطِ حق کا سالک روزانہ اپنی خواہشات میں کمی کرنا چاہتا ہے، یہاں تک کہ نفس مطمئنہ کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے اور قناعت کی برکت سے اسے گویا سب کچھ مل جاتا ہے۔

(۴۹)

عارف اپنے خیال میں اٹل نہیں ہوتا۔ وہ دوسروں کے خیالات کو اپنا خیال بنا لیتا ہے (یہ کہہ کر) "میں نیکوں کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور جو نیک نہیں ہیں ان کے ساتھ بھی نیکی کرتا ہوں۔ اس طرح میں خود بھی نیک بن جاتا ہوں۔ نیک نیت لوگوں کے ساتھ میں نیک نیتی کا برتاؤ کرتا ہوں اور جو نیک نیت نہیں ہیں ان کے ساتھ بھی نیک نیتی کا برتاؤ کرتا ہوں، اس طرح میں خود بھی نیک بن جاتا ہوں۔"

عارف کائنات میں تفریق نہیں کرتا۔ وہ کائنات کے ساتھ غیر جانبداری سے کام لیتا ہے۔ لوگ اپنے کان اور آنکھیں اس پر لگائے رکھتے ہیں اور عارف سب کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہے جیسا شیر خوار بچوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

عارف تعصبات سے بری ہوتا ہے۔ اس کا معیارِ اخلاق، سماجی رسم و رواج جس پر کونگ فوزی نے بہت زور دیا ہے،

بالاتر ہوتا ہے۔ وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے اور سب کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے۔

(۵۰)

آنا (دنیا میں) پیدا ہونا کہلاتا ہے۔ جانا مرنا کہلاتا ہے۔

دس میں تین زندگی کا تعاقب کرتے ہیں۔ موت کا تعاقب کرنے والے بھی تین ہیں اور وہ لوگ جو اپنے ہر عمل میں زندگی کو زندگی سمجھتے ہیں، لیکن موت کے منہ میں جا رہے ہیں، وہ بھی دس میں تین ہیں۔

ایسا کون ہے؟ کیونکہ زندگی اور زندگی ہی کا ان کو ہر دم خیال لگا رہتا ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جو زندگی پر پورا قابو رکھتا ہے، وہ جب خشکی میں سفر کرتا ہے تو اسے نہ شیر ملتا ہے نہ گینڈا۔ اور جب وہ میدانِ جنگ میں جاتا ہے تو وہ نہ زرہ بکتر پہنتا ہے نہ ہتھیار لگاتا ہے۔ گینڈا اس کے سینگ نہیں مار سکتا۔ شیر اس کو پنجہ نہیں مار سکتا۔ ہتھیاروں کے پھلکوں کو اس کے جسم میں جانے کی جگہ نہیں ملتی۔ ایسا کیوں ہے۔ کیونکہ اس کے اندر کوئی

مقام ہلاکت پذیر نہیں۔

لہ تین چیزوں کے تین مجموعے بیان کئے گئے ہیں۔ اس حساب سے دس میں سے ایک بچ جاتا ہے جو آخری حصّہ کا موضوع ہے۔ بعض مترجمین نے دس میں تین کا ترجمہ تیرہ کیا ہے یعنی دو ہاتھ، دو پاؤں اور نو سوراخ جو انسان کے بدن میں واقع ہیں۔ پرانے خیال کے مطابق روح ان ہی نو سوراخوں سے داخل اور خارج ہوتی ہے۔ گویا حیات اور موت کے یہی نو راستے ہیں۔

یہاں دس میں سے تین جو زندگی کے پیچھے بھاگتے ہیں، نوجوان ہیں جو گویا ہمیشہ زندگی کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ تین جو موت کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اُن سے مراد بوڑھے ہیں۔ اور تین ایسے ہیں جن کا معیارِ عمل زندگی کی لذتوں کا حصول ہے۔ یہ لوگ زندگی حاصل کرنے کی کوشش میں، موت سے بغل گیر ہوتے ہیں۔

ان نو انسانوں کے بعد دس میں سے ایک

انسان سچا جو صراطیت پر عمل کرتا ہے۔ اسے کوئی گزند نہیں پہونچتی اور نہ اسے حفاظت کی مادّی تدبیروں کی حاجت ہے۔

(۵۱)

صراط انھیں پیدا کرتا ہے، فضیلت اُن کی پرورش کرتی ہے، مادہ ان کی تشکیل کرتا ہے، ماحول ان کی نشوونما کرتا ہے۔

اس لئے دس ہزار کائنات میں سب ہی صراط کا احترام اور فضیلت کی قدر کرتے ہیں۔

صراط کی عزت اور فضیلت کی قدر کسی کے حکم سے نہیں بلکہ خود بہ خود ہوتی ہے۔ کیونکہ صراط پیدا کرتا ہے، فضیلت پرورش کرتی ہے۔ (جن سے) وہ بڑھتے ہیں، اپنی غذا پاتے ہیں، خوش حال رہتے ہیں، مگر اپناتے نہیں۔ وہ عمل کرتے ہیں مگر (نتیجہ کی) پرواہ نہیں کرتے، وہ بڑھتے ہیں مگر کوئی بندش عائد نہیں کرتے۔

جب کام ختم ہو جاتا ہے تو وہ اس میں پڑے نہیں رہتے۔ مگر درحقیقت اگر وہ اُس میں پڑے نہیں رہتے، اس سے الگ بھی نہیں ہو جاتے۔

یہی باطنی فضیلت ہے۔

جس نے صراطِ حق اختیار کر لیا وہ بغیر کسی صلہ یا معاوضہ کے خیال کے دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ دوسروں کی مدد کا کام ختم ہونے پر اُسے اُس کام سے دلچسپی نہیں رہتی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُس نے لوگوں کی مدد سے فرار کیا۔ وہ چیزیں پیدا کرتا ہے، دوسروں کے لئے نہ کہ اپنے لئے۔ اس کا عمل نتائج سے بے نیاز ہے اور اس کی پرورش میں کوئی قید اور بندش نہیں بلکہ وہ آزاد ہے۔

باطنی فضیلت سے یہاں مراد روحانی قوت ہے۔

(۵۲)

کائنات کا ایک مبدأ[1] ہے، جس کو کائنات کی ماں کہنا چاہیئے۔ ماں ہی سے انسان بچوں کو جان سکتا ہے۔ اگر بچوں کو جان لینے کے بعد انسان زندگی کے آخر تک ماں کو نہ چھوڑے تو وہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔

۲ اُس کے سوراخ بھر دو، اس کے دروازے بند کر دو، تو جسم کے فطری خاتمہ تک (تمہاری طاقت) ساتھ نہ چھوڑے گی۔

۳ اُس کے سوراخ کھول دو۔ اس کے افعال تیز کر دو، تو جسم کے (فطری) خاتمہ تک کوئی چیز مفید ثابت نہ ہوگی۔

چھوٹی سے چھوٹی چیز کا ادراک (تیز) بصارت کہلاتا ہے۔ کمزوری کا لحاظ طاقت ہے۔

اگر روشنی میں انسان اپنی بصارت سے کام لیتا ہے تو اس کے جسم کو کبھی کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ اسی کو "راسخ عقیدہ پر ثابت قدم رہنا" کہتے ہیں۔

---

[1] قدیم چینی مقالہ، "کتاب تغیرات" میں اسرار حقیقت،

مرموزات میں بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً آٹھویں سہ خطی مرموزہ میں تین مکسور خط ☷ ماں کے لئے اور تین غیر مکسور خط ☰ باپ کے لئے استعمال کئے ہیں، اور مکسور اور غیر مکسور خطوں کے مرکبات اولاد کی علامت قرار دیئے ہیں۔

۲ہ ترکِ لذات سے عمر بڑھتی ہے۔

۳ہ بندۂ شکم ہونے سے عمر گھٹتی ہے۔ قیمتی معجونات غیر مفید ہیں۔

(۵۳)

تھوڑا سا علم لے کر اگر میں صراط پر چلنا اختیار کروں تو میں اِدھر اُدھر مڑنے سے ڈروں گا۔ اگرچہ صراطِ اعظم ہموار ہوتا ہے، مگر لوگ پگڈنڈیوں پر چلنا پسند کرتے ہیں۔

جبکہ دربار میں ہر طرح کی صفائی ہوتی ہے، کھیت گھاس پھوس سے بھرے ہوتے ہیں اور غلّہ کی کھتیاں خالی پڑی ہوتی ہیں۔ (فرماں روا) زرق برق لباس پہنے، کمر میں تیز تلواریں لٹکاتے، پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں اور غیر ضروری مقبوضات پر قابض ہوتے ہیں۔ میں اس کو لٹیراپن اور شیخی خوراپن کہتا ہوں۔

یہ سب حقیقت میں صراط کے خلاف ہے۔

صراطِ حق پر چلنے کے لئے بڑے علم وفضل کی ضرورت نہیں۔ جنہیں اپنی معلومات پر ناز ہے وہ اِدھر اُدھر کی پگڈنڈیوں پر شاہراہ چھوڑ کر بھٹکتے ہیں۔ یہ رویہ اُن فرماں رواؤں کے درباریوں کا ہے جو رعایا کا پیٹ کاٹ کر اپنا پیٹ بھرتے

ہیں۔ اور دوسروں کا گھر اجاڑ کر، اپنے گھروں کو رونق دیتے ہیں۔ لاوڈزے کے خیال میں ایسے حکمراں لٹیرے کہے جانے کے مستحق ہیں۔

(۵۴)

جو اچھی طرح جڑ پکڑ گیا ہو وہ نہیں اُکھڑتا۔

جو چیز اچھی طرح گرفت میں آگئی ہو، وہ نہیں چھوڑی جاسکتی۔

ایسی حالت میں بیٹے اور پوتے اُن کی قربانی کی رسم میں خلل انداز نہ ہوں گے۔

اگر کوئی صراط پر ذاتی طور پر عمل کرتا ہے تو اس کی فضیلت اصلیت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

اگر کوئی اُس پر اپنے خاندان میں عمل کرتا ہے تو اس کی فضیلت خوشحالی کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

اگر کوئی اس پر اپنے گاؤں میں عمل کرتا ہے تو اس کی فضیلت پائیداری کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

اگر کوئی اس پر ریاست میں عمل کرتا ہے تو اس کی فضیلت فلاح کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

اگر کوئی اس پر سلطنت میں عمل کرتا ہے تو اس کی فضیلت عالم گیر ہوگی۔

ذاتی نقطۂ نظر سے انسان دوسروں کو دیکھتا ہے، خاندان کے نقطۂ نظر سے دوسرے خاندانوں کو دیکھتا ہے۔ گاؤں کے نقطۂ نظر سے دوسرے گاؤں کو دیکھتا ہے۔ ریاست کے نقطۂ نظر سے دوسری ریاستوں کو دیکھتا ہے۔ سلطنت کے نقطۂ نظر سے دوسری سلطنتوں کو دیکھتا ہے۔

میں یہ کس طرح جانتا ہوں کہ سلطنت کی مثال یہی ہے۔؟

اسی سے۔

افراد، خاندان، گاؤں، ریاست، سلطنت، سماج کے تدریجی زینے ہیں۔ اگر یہ سب صراطِ حق پر قائم ہیں تو پھر ہر طرح کی فوز و فلاح حاصل ہے۔

(۵۵)

صاحبِ فضیلت شیر خوار بچہ کی طرح ہوتا ہے۔ زہریلے کیڑے اسے کاٹتے نہیں۔ درندے اسے پھاڑتے نہیں، اور شکاری پرندے اس پر جھپٹتے نہیں۔ اگرچہ اس کی ہڈیاں کمزور اور رگ پٹھے ملائم ہوتے ہیں۔ اس کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ مرد اور عورت کی ہم بستری سے نا آشنا ہے، لیکن اس کا عضوِ تناسل حرکت میں آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (اس کے اندر) جوہرِ لطیف اپنی انتہائی (قوت) پر پہونچا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ دن بھر روتا ہے، اس کی آواز نہیں پڑتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدرتی ہم آہنگی (اس کے اندر) اپنی انتہائی (قوت) پر پہونچی ہوئی ہے۔

قدرتی ہم آہنگی کو سمجھنے کے معنی ہمیشگی ہے۔
ہمیشگی کو سمجھنے کے معنی روشن ضمیری ہے۔
زندگی کو بڑھانے کی تدبیریں آفات کو دعوت دیتی ہیں۔

[لہ] زندگی کی سانسوں پر دماغ کے قابو سے سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کائنات پختگی پر پہونچتی ہیں، بوڑھی ہونے لگتی ہیں (مداخلت) صراط کے منافی ہے۔ جو صراط کے خلاف ہے، اس کا جلد خاتمہ ہو جائیگا۔

[لہ] فطرت کے اندر غیر فطری مداخلت سے سوائے نقصان، کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ سختی یا بدن کا اکڑ جانا یا موت ہے۔ لاؤڈزے طولِ عمر کو صراط کے منافی نہیں سمجھتا ہے، مگر عمر بڑھانے کے لئے غیر فطری تدابیر اختیار کرنے کے سخت خلاف ہے۔ مثلاً حبسِ دم کی ورزشیں جو عمر بڑھا کے لئے اختیار کی جاتی ہیں، غیر فطری ہیں۔

(٥٦)

وہ اپنے سوراخ بند کر لیتا ہے، وہ اپنے دروازے بند کر لیتا ہے۔

"وہ دھار کو کُند کر دیتا ہے۔ گرِھوں کو کھولتا ہے۔ روشنی کو دھیما کر دیتا ہے، راستوں کو ہموار کرتا ہے۔"

اسی کو باطنی مساوات کہتے ہیں۔

کیونکہ اُسے پا کر نہ تو کوئی اس کے قریب ہوتا ہے نہ اس سے دُور ہوتا ہے۔ نہ اس سے فائدہ پہونچتا ہے نہ نقصان۔ نہ اس سے عزت ملتی ہے نہ ذلت۔

اس لئے کائناتِ عالم میں وہ سب سے عزیز ترین ہے۔

اکثر شارحین نے اس باب کے ضمائر کو صراط کی جانب راجع خیال کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ضمائر کا مرجع عارف کی ذات ہے۔ عارف صراطِ حق میں اپنے کو فنا کر دیتا ہے۔ چنانچہ صراط اور وہ ایک ہو جاتے ہیں۔ الغرض اس

باب کے تمام صفات کا موصوف عارف ہے۔

باطنی مساوات یہ ہے کہ اضداد اشیاء میں کسی سے خاص لگاؤ نہ رکھا جائے۔ مثلاً نہ حسن سے نہ قبح سے۔ ضدین سے بے تعلقی کا نام باطنی مساوات ہے۔

اس عالم کا ایک بڑا راز یہ ہے کہ دنیا کی جس قدر زیادہ طلب ہوتی ہے، اسی قدر وہ دور بھاگتی ہے، اور اگر اس کی طلبگاری سے ہاتھ اٹھا لیا جائے تو پاؤں پر لوٹنے لگتی ہے۔ اس لئے ترکِ دنیا ہی میں عافیت ہے۔

عارف سے نہ کوئی قریب ہے نہ دور۔ اس کی نظر میں سب برابر ہیں۔ نفرت اور رغبت کا سوال ہی نہیں۔

(۵۷)

ریاست کا انتظام سدھار سے چلایا جاتا ہے۔ اور جنگ دھوکوں سے جیتی جاتی ہے۔ لیکن سلطنت 'عدم عمل' سے حاصل ہوتی ہے۔

سلطنت عدم عمل پر قائم رہنے سے حاصل ہوتی ہے جب آدمی کارگزاریاں کرنا شروع کر دیتا ہے، تو وہ حصولِ سلطنت کے قابل ہو جاتا ہے۔

یہ میں کیسے جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہے؟ اس طرح سلطنت میں جس قدر زیادہ ممنوعات، اور منکرات ہوں گے۔ اتنا ہی عوام مفلس ہوں گے۔ لوگوں کے پاس جس قدر کارآمد[۳] اوزار ہوں گے۔ اتنا ہی ریاست اور اور خاندان میں ابتری ہوگی۔

جتنے ہوشیار دستکار زیادہ ہوں گے اتنے ہی نیم وحشی اختراعات کی زیادتی ہوگی۔

جتنا قوانین اور قواعد کی بھرمار ہوگی، اتنا ہی چوروں اور ڈاکوؤں کی تعداد بڑھے گی۔

اس لئے عارف کا قول ہے۔

"اگر میں "عدم عمل" پر عمل کرنا شروع کر دوں تو عوام میں از خود تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔

اگر میں سکون پر عامل ہو جاؤں تو عوام خود بخود درست ہو جائیں گے۔

اگر میں عدم عمل پر عامل ہو جاؤں تو عوام از خود دولتمند ہو جائیں گے۔

اگر میں ترکِ لذّات پر عامل ہو جاؤں تو لوگ خود بخود سادگی پسند ہو جائیں گے۔"

---

[1] کونگ فوزی کے ملفوظات میں ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا کہ اگر حکومت کی باگ آپ کے ہاتھ میں آجائے تو سب سے پہلے آپ کونسا کام انجام دیں گے۔ اس نے جواب دیا۔ "ناموں کی اصلاح" یا "الفاظ کے معانی کا تعین"۔ کونگ فوزی کے نزدیک، سلطنت کی ابتری، مفسدہ بازیاں، اور ساری باہمی چپقلش اور اختلافِ آراء کا باعث یہ ہے کہ مختلف لوگ ایک ہی لفظ کے مختلف مفہوم قرار دیتے ہیں۔ اس لئے نظم ونسقِ

سلطنت کی اصلاح کا آغاز الفاظ کے مفاہیم کے تعین سے ہونا چاہیئے۔

صراطیت اور کونگ فوزیت دو مخالف نظامِ خیال ہیں۔ چنانچہ صراطیت کے نزدیک اس طرح کے سدھار سے اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

۲؎ اُس زمانہ میں یعنی سنہ ۳۰۰ ق م میں چین بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا اور حکماء سیاسیات کا نظریہ یہ تھا کہ سیاسی اصلاح کا معیار اتحادِ سلطنت ہے بعض شارحین کے نزدیک سلطنت سے مراد "کل کائنات" ہے۔ انسان کائنات کا ایک جزوِ حقیر ہے اور اس لئے اسے یہ زیبا نہیں کہ اس کائنات میں مداخلت کرے۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ وہ عدمِ مداخلت کی پالیسی اختیار کرے۔ جو صراطیت میں "عدمِ عمل" کی پالیسی کہلاتی ہے۔

۳؎ کارآمد اوزاروں سے مراد، تیز یا دھاردار ہتھیار ہیں۔

(۵۸)

اگر حکومت سست نظر ہے تو عوام بے خطا ہوں گے

اگر حکومت تیز نظر ہے تو عوام خطاؤں سے بھرے ہوں گے۔

خوش قسمتی بد قسمتی پر مبنی ہے۔
بد قسمتی میں خوش قسمتی کا راز پوشیدہ ہے۔
دونوں کی غایت کون سمجھ سکتا ہے۔

چونکہ کوئی معیار[1] نہیں اس لئے درست نادرست اور نیکی بدی بن جاتی ہے، اور لوگ مدتِ دراز تک غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔

اس لئے عارف ایک ایسی چوکور زمین ہے، جس میں کچھ تراش خراش نہ کی گئی ہو۔ وہ زاویہ دار ہے مگر نوک دار نہیں۔ وہ خطِ مستقیم ہے، مگر کھچا ہوا نہیں وہ روشن ہے مگر چمک دار نہیں۔

---

[1] معیار ایک اعتباری شے ہے، دنیا میں حقیقتاً اس کا

وجود کہیں نہیں۔ اس لئے کہ دنیا نام ہے اجتماعِ ضدین کا۔ یہاں کبھی خوش قسمتی ہے کبھی بدقسمتی، کبھی رنج ہے کبھی راحت۔ چنانچہ "اوسط"، "معیار"، "خیر"، عنقا، ہما اور کیمیا کی طرح موہومات ہیں، جن کا دنیا میں کہیں وجود نہیں۔ چنانچہ اصلاح اور سدھار، ایجاد اور اختراع تمام تر، فطرت میں مداخلت بیجا کے مصداق ہیں۔ صراطی کو ترکِ عمل کر کے سلبی رویہ اختیار کرنا چاہیئے اس لئے کہ اسی میں عافیت ہے۔

؎۲ قدیم چین میں زمین چوکور سمجھی جاتی تھی اند زمین "ین" یعنی نسوانی صفات سے متصف ہے۔ وہ ہر جگہ پامال ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں مفعولیت کی صفت ہے۔ وہ عورت کی طرف پیداوار کا ذریعہ ہے۔ وغیرہ عارف کا نظریۂ حیات بھی یہی ہونا چاہیئے۔

؎۳ زاویہ سے مراد زاویۂ قائمہ ہے جو عدل کی علامت ہے۔ عارف عادل ہوتا ہے مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا۔ اس میں زاویہ ہوتا ہے مگر چبھنے والی نوک نہیں ہوتی۔ وہ خط مستقیم ہوتا ہے مگر لوگوں سے کھچا تنا نہیں رہتا وہ روشن خیال ہوتا ہے، مگر شیخی خورا نہیں ہوتا یعنی سوسائٹی میں چمکتا نہیں چاہتا۔

(۵۹)

حاکموں اور عابدوں دونوں کے لئے اعتدال کے برابر کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔

اگر اعتدال قائم ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان پہلے ہی سے (صراط سے) مشغول ہے۔

اپنے کو شروع سے مشغول رکھنے کے معنی ہیں دوہری فضیلت (کی فصل) ذخیرہ کرنا۔

اگر کوئی دوہری فضیلت (کی فصل) ذخیرہ کر سکتا ہے، تو پھر کوئی کام ایسا نہیں ہو سکتا جو وہ انجام نہ دے سکے۔ اگر کوئی کام ایسا نہیں ہے جو وہ انجام نہ دے سکتا ہو تو پھر اس کی (صلاحیت کی) کوئی تھاہ نہیں۔ اور اگر اس کی کوئی تھاہ نہیں تو وہ ایک سلطنت کا فرماں روا ہو سکتا ہے۔ سلطنت پر قبضہ کی "ماں" کی بہت بڑی عمر ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ گہری جڑ اور مضبوط بنیاد، طویل زندگی اور پائیداری کی راہ ہے۔

ماں سے مراد، وہ طریقہ اور تدبیر ہے، جس کے ذریعہ سے سلطنت حاصل کی گئی ہو۔

(۶۰)

بڑی سلطنت پر حکومت کرنا ایسا ہے جیسے چھوٹی مچھلی[۱] پکانا۔

اگر کوئی صراط کے مطابق کائنات پر حکومت کرتا ہے تو (مُردوں کی) ادنیٰ روحیں، اعلیٰ روحوں کی طرح ظاہر نہ ہوں گی۔ یہ نہیں کہ ادنیٰ روحیں، روحیں ہی نہیں ہیں، یہ روحیں انسان کو نقصان نہیں پہونچائیں گی جس طرح اعلیٰ روحیں نقصان نہیں پہونچاتی ہیں۔ اسی طرح عارف سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔

اگر یہ دونوں[۲] ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہونچاتے تو پھر دونوں کی فضیلت مل کر مشترکہ مقصد کی طرف رجوع کرتی ہے۔

---

[۱] جس طرح چھوٹی مچھلی پکانے میں احتیاط کی جاتی ہے، اس لئے کہ بار بار چھونے سے وہ ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح سلطنت کا کام بڑا نازک ہے۔ لیکن انتظام سلطنت کے

نام سے لوگوں کو پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ قانون کی زیادتی ایک
سیاسی نحوست ہے، جس سے گریز کرنا چاہیئے۔

سلہ " دونوں" سے مراد " حاکم " اور " محکوم " ہیں۔ اگر
دونوں شرائط پر قائم ہیں تو ان کے اتحادِ عمل سے بہتر نتائج
پیدا ہو سکتے ہیں۔

(٦١)

بڑی ریاست نشیب کی جانب زور سے بہتے ہوئے چشمہ کی مانند ہے۔ وہ کائنات کے (بہاؤ کی) آخری منزل ہے۔ وہ کائنات کی مادہ ہے۔ مادہ، نر پر اپنے سکون و تحمل سے غالب آتی ہے۔ وہ سکون و تحمل کے ساتھ نیچے پڑی رہتی ہے۔

چنانچہ بڑی ریاست چھوٹی ریاست کے نیچے آکر، چھوٹی ریاست کو جیت سکتی ہے اور چھوٹی ریاست بڑی ریاست کے نیچے آکر بڑی ریاست کو جیت سکتی ہے۔ اوّل الذکر نیچی بن کر جیتتی ہے۔ اور آخر الذکر نیچی ہونے کی وجہ سے جیتتی ہے بڑی ریاست لوگوں کو اکھٹا کرنا اور ان کو پالنا چاہتی ہے۔ چھوٹی ریاست صرف یہ چاہتی ہے کہ وہ قبول کی جائے اور اُسے خدمت کا موقع ملے۔ الغرض دونوں کا چاہا پورا ہونے کے لئے، بڑے کو چھوٹا بننا چاہیئے۔

صراط اور کائنات کا وہی رشتہ ہے جو وادی اور چشموں کا

یا سمندر اور دریاؤں کا باہمی رشتہ ہوتا ہے۔ بڑی ریاست میں سمندر کی طرح کافی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ دریاؤں کی طرح اس میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ سمندر کی طرح پرسکون بھی ہوتی ہے۔ اس باب میں فروتنی اور انکسار پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے، جو بڑے چھوٹے دونوں کو برتنا چاہیئے، بلکہ بڑے کو زیادہ تر برتنا چاہیئے۔

(۶۲)

دس ہزار کائنات کا صراط گھر کے جنوبی مغربی گوشہ کی طرح ہے۔

وہ اچھائیوں کا خزانہ اور برائیوں کی جائے پناہ ہے۔ میٹھے بول سے عزت خریدی جاتی ہے اور نیک چلنی ایک شخص کو دوسرے سے بلند کرتی ہے۔

جب خدا کا بیٹا تخت نشین ہوتا ہے اور اس کے تین وزیر مسند نشین ہوتے ہیں تو اگرچہ اس کے ہاتھ میں یشب کا چکر ہوتا ہے اور ان کے جلو میں چوکڑی چلتی ہے، لیکن ان سب باتوں سے بہتر یہ ہوتا کہ وہ خاموش بیٹھتے اور صراط پر چلتے۔

پرانے لوگ صراط کی اس قدر کیوں قدر کرتے تھے؟ کیا ان کا قول یہ نہ تھا: "صراط کی مدد سے ڈھونڈنے والا پاتا ہے اور قصوروار بچ نکلتا ہے۔

اس لئے وہ کائنات میں عزیز ترین چیز ہے۔

چینی مکانوں میں جنوب و مغرب کے گوشہ میں اناج ذخیرہ

کیا جاتا ہے۔ اسی گوشہ میں گھر والی شب کو سوتی ہے تاکہ وہ اناج سے زرخیزی و بارآوری حاصل کرے اور اپنی زرخیزی و بارآوری اناج کو دے۔ اس کے پہلو میں صاحبِ خانہ لیٹتا ہے، جس کا مقام دن میں مکان کا مشرقی گوشہ تھا، مگر رات کو اس کا مقام الٹ جاتا ہے اور مغربی جنوبی گوشہ ہو جاتا ہے۔ جنوبی مغربی گوشہ ایک ایسا گوشہ ہے جہاں انسان نعمتِ عظمیٰ غیر متوقع طور پر پاتا ہے۔ یہاں "ین" اور "یانگ" کے برکات باہم پائے جاتے ہیں۔

---

(۶۳)

نہ کرنے سے کرنے کی ابتدا کرو۔ عدم عمل پر عمل کرو۔ بے ذائقہ چیز کا ذائقہ لو، چھوٹے کو بڑا اور بہت کو کم سمجھو۔

مشکل کو آسان جگہ سے اور بڑے کام کو چھوٹی جگہ سے شروع کرنے کا اہتمام کرو۔

دنیا کی مشکل ترین چیزیں، آسان چیزوں سے شروع ہوتی ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی چیزیں چھوٹی چیزوں سے شروع ہوتی ہیں۔

چنانچہ عارف کبھی بڑا کام نہیں کرتا، پھر بھی بڑائی حاصل کرتا ہے۔

وہ جو بہت سے وعدے کرتا ہے، اس پر اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ جو کام کو آسان سمجھتا ہے، ہر کام کو مشکل پاتا ہے۔

اس لئے، عارف جو (آسان کو) مشکل سمجھتا ہے، انجام میں کسی چیز کو مشکل نہیں پاتا۔

اس باب کا سلسلہ خیال آئندہ باب سے مربوط ہے ملاحظہ ہو۔

(٦٤)

جو چیز ساکن ہے اس کا پکڑنا آسان ہے۔

جو بات ظاہر نہیں ہے، اس پر قیاس آرائی آسان ہے۔

جو چیز ٹوٹنے والی ہے وہ آسانی سے پگھل سکتی ہے۔

جو چیز چھوٹی ہے، وہ آسانی سے منتشر کی جا سکتی ہے۔

شئے کے وجود پذیر ہونے سے پہلے عمل کرو، بدنظمی ہونے سے پہلے نظام قائم کرو۔

وہ درخت جس کا انسان اپنے دونوں ہاتھوں سے احاطہ کرتا ہے (کولی بھرتا ہے) ابتدا میں ایک چھوٹا سا ریشہ تھا۔

نو منزلہ اونچا مینار، مٹی کے چھوٹے سے ڈھیر پر اٹھایا گیا ہے۔

تین ہزار میل کی مسافت کی ابتدا، زمین کے اس ٹکڑے سے ہوتی ہے جو پاؤں کے تلوے کے نیچے ہے۔

کامیابی کی حد پر پہونچ کر، اکثر انسان اپنے معاملات کو مزید سدھارنے کی کوشش میں بگاڑ دیتا ہے۔

کام کی انتہا کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا ابتدا کا، تب

معاملات خراب نہ ہوں گے۔

اس لئے عارف، عدم خواہش کا خواہشمند ہوتا ہے اور نادر چیزوں کی کچھ قدر نہیں کرتا۔ وہ نہ سیکھنے (کے طریق) کو سیکھتا ہے اور ان چیزوں کے پاس لوٹ کر آتا ہے جن کے پاس سے لوگ گذر جاتے ہیں۔

اس طرح وہ دس ہزار کائنات کا دستور قائم رکھتا ہے مگر خود کچھ کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

لہ مثلاً برف

(۶۵)

پرانے زمانے میں جو لوگ صراط پر عمل کرنے کے ماہر تھے وہ اس سے لوگوں کو روشنی بخشنے کے بجائے، تاریکی میں رکھنے کا کام لیتے تھے۔

لوگوں پر حکومت کرنا اس وقت دشوار ہوتا ہے، جب علم کی اشاعت ہوتی ہے۔

اس لئے وہ جو علم کے زور سے حکومت کرنا چاہتا ہے، اس کی مثال ریاست کے لٹیرے کی سی ہے۔ وہ جو علم کی مدد سے حکومت نہیں کرتا وہ ریاست کے لئے ایک نعمت ہے۔

وہ جو ان دونوں رازوں سے واقف ہے وہ پیمانہ[1] کو سمجھ سکتا ہے۔

پیمانہ کو سمجھنا ہی باطنی فضیلت کہلاتا ہے۔ باطنی فضیلت، گہری اور دور رس ہوتی ہے، وہ ہر شے کی مخالف ہے، لیکن انجام میں "مطابقت کبریٰ" کی حامل ثابت ہوتی ہے۔

---

[1] پیمانہ سے مراد وہ تختہ رمل ہے جسے دیکھ کر قدیم چین میں

پیش گوئی کی جاتی تھی اور سعد و نحس ساعتوں کا فیصلہ کیا جاتا تھا
صراط عام مادی راہ کی ضد ہے۔

۲؎ خواہشات نفسانی کی مخالفت سے ایک عالمی ہم آہنگی و مطابقت پیدا ہو جاتی ہے جس کو ہم "مطابقت کبریٰ" (GRAND CONFORMITY) کہہ سکتے ہیں۔

(۶۶)

دریا اور سمندر اپنی پستی کی وجہ سے سو وادیوں کے بادشاہ ہیں۔ سو وادیوں کا بادشاہ ہونے کی وجہ یہی ہے۔

اس لئے اگر عارف چاہتا ہے کہ وہ عوام سے بلند رہے تو اُسے اپنے لفظوں میں پست (منکسر) ہونا چاہیئے۔ اگر وہ عوام کے آگے رہنا چاہتا ہے تو چاہیئے کہ سب سے پیچھے رہے۔

چنانچہ عارف سب کے اوپر رہتا ہے، لیکن لوگ اس کا بوجھ نہیں محسوس کرتے۔ وہ لوگوں کے آگے رہتا ہے مگر لوگ اس میں اپنی توہین محسوس نہیں کرتے۔

اس لئے دنیا اُسے آگے بڑھاتی ہے اور اس سے کبھی نہیں اکتاتی، کیونکہ وہ خود کبھی کسی کا مقابلہ نہیں کرتا، دوسرے بھی اس کے مقابلہ میں نہیں آتے۔

(٦٧)

ساری دنیا کہتی ہے کہ میرا صراط اگرچہ بڑا ہے لیکن رسم و رواج کا پابند نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ چونکہ وہ بڑا ہے اس لئے رسم و رواج کا پابند نہیں معلوم ہوتا۔ اگر وہ رسم و رواج کا پابند ہوتا تو وہ کبھی کا چھوٹے درجہ کا ہوگیا ہوتا۔

میرے پاس تین خزانے ہیں جن پر میں قابض اور جن کا میں محافظ ہوں :۔

اول، تحمّل

دوسرے، اعتدال

تیسرے، دنیا کا سب سے اعلیٰ آدمی ہونے کی ہوس نہ کرنا۔

تحمّل سے میں شجاع ہو سکتا ہوں۔

اعتدال سے میں سخی ہو سکتا ہوں۔

دنیا کا اعلیٰ آدمی ہونے کی ہوس نہ کرنے سے میں سب "برتنوں" کا سردار ہو سکتا ہوں۔

اگر کوئی تحمّل چھوڑ کر شجاعت، اعتدال چھوڑ کر سخاوت اور آخری درجہ چھوڑ کر اعلیٰ درجہ حاصل کرتا ہے، تو یہ موت ہے۔

حقیقت میں جو تحمّل کے ساتھ جنگ کرتا ہے وہ غالب آتا ہے، جو تحمّل سے اپنی حفاظت کرتا ہے وہی محفوظ ہے۔

جسے خدا بچانا چاہتا ہے، اسے تحمّل دیتا ہے۔

۱؎ تحمل اور درگذر کے بغیر شجاعت محض خوں ریزی ہو جاتی ہے۔

۲؎ بزنتوں سے مراد "افسرانِ ریاست" ہیں۔

(٦٨)

اچھا کپتان تند مزاج نہیں ہوتا۔
اچھا لڑنے والا غصہ ور نہیں ہوتا۔
اچھا فاتح دشمنوں سے نہیں الجھتا۔

لوگوں سے وہی شخص ٹھیک ٹھیک کام لے سکتا ہے جو اپنے کو ان سے حقیر سمجھے۔

اسی کو غلبہ حاصل کرنے کی فضیلت کہتے ہیں۔ اسی کو لوگوں سے کام لینے کی قابلیت کہتے ہیں۔ یہی فطرت سے مطابقت کا کمال ہے۔

(٦٩)

ایک سپہ سالار کا قول ہے:

"میں میزبان ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں مہمان بننے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں ایک انچ آگے بڑھنے کی جرات نہیں کرتا۔ میں ایک فٹ پیچھے ہٹنے کو ترجیح دیتا ہوں۔

اس کے معنی ہیں: بغیر قدم اٹھائے کوچ کرنا۔ بغیر ہاتھ کے آستین چڑھانا، بغیر تلوار کے "کھینچنا" بغیر دشمن کے حملہ کرنا۔

دشمن کو حقیر سمجھنے سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ اگر میں دشمن کو حقیر سمجھتا ہوں تو اپنے خزانہ کو ضائع کرنے کا خطرہ مول لیتا ہوں۔

کیونکہ جب مقابلہ میں تلواریں کھنچ جاتی ہیں تو جو مغلوب ہوتا ہے، وہی غالب ہے۔

(۷۰)

میرے الفاظ سمجھنا آسان ہیں اور ان پر عمل کرنا بھی آسان ہے، لیکن دنیا میں ایک بھی نہیں جو انھیں سمجھے اور ان پر عمل کرے۔

میرے الفاظ کا ایک نظام ہے۔ میرے اعمال کا ایک اصول ہے۔

لیکن ان کو کوئی نہیں سمجھتا، اس لئے مجھے بھی کوئی نہیں سمجھتا۔

جو مجھے سمجھتے ہیں وہ کم یاب ہیں۔ جو اپنی زندگی میرے نمونہ پر ڈھالتے ہیں۔ ان کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

عارف بالوں کا بنا ہوا کپڑا پہنتا ہے۔ لیکن اپنے سینہ پر لشیپ[۲] رکھتا ہے۔

---

[۱] صراطی کے قول و فعل میں حق سرایت کئے ہوتا ہے۔

[۲] صراطی درباری لباس نہیں پہنتا۔ لیکن درباریوں کی طرح اپنے سینہ پر لشپ کی تختی آویزاں رکھتا

ہے۔ یعنی اس کا دل اخلاقی جواہر سے معمور ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ پوستین پوش ہے۔

(١٧)

علم کو جہل سمجھنا سب سے بڑی بات ہے۔
جہل کو علم سمجھنا بیماری ہے۔
حقیقت میں بیماری سے نفرت کرنے ہی سے آدمی بیماری سے بچ سکتا ہے۔
عارف بیمار نہیں ہے کیونکہ وہ بیماری سے متنفر ہے اس لئے وہ بیمار نہیں۔

یہ خیالات سقراط اور کونگ فوزی کے خیال کے مطابق ہیں۔ سقراط کا قول تھا کہ "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔" علیٰ ہذا کونگ فوزی کے ملفوظات میں ہے: "یو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ علم کیا ہے؟ علم کو علم اور جہل کو جہل سمجھنا، یہی علم ہے۔"

(۷۲)

اگر لوگ رعب دار کے سامنے مرعوب نہیں ہوتے، تو ان کی مرعوبیت (مناسب موقعہ پر) زیادہ ہوگی۔

اُن کو گھر میں پابند تر کرو۔ ان کی معاش ان پر تنگ نہ کرو۔ اگر وہ تنگ حال نہ ہوں گے تو وہ بیزار نہ ہوں گے۔

چنانچہ عارف اپنے کو خوب جانتا ہے۔ لیکن (اپنی قابلیت کا) مظاہرہ نہیں کرتا۔ وہ خود دار ہوتا ہے، خود بیں نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایک کو ترک کرتا اور دوسرے کو اختیار کرتا ہے۔

حکومت کی خوبی یہ ہے کہ حاکم سختی اور بندش کے بغیر رعب قائم کرے۔ چنانچہ اچھی حکومت وہ ہے، جس میں تغیرات کی ضرورت ہی نہ ہو۔

(۷۳)

جو اپنی بہادری[۱] سے خطرہ مول لیتا ہے وہ مارا جاتا ہے۔

جو اپنی بہادری سے خطرہ مول نہیں لیتا وہ زندہ رہتا ہے۔

ان دو راہوں میں ایک مفید اور دوسری مُضر ہے۔ کون جانتا ہے کہ خدا کی نفرت کا سبب کیا ہے۔؟

صراطِ حق یہ ہے کہ بڑے لڑے فتح حاصل کی جائے، بغیر بولے جواب دیا جائے، بغیر بلائے کائنات (اس کی جانب) آپ سے آپ کھچے، چاہے دیر لگے، لیکن منصوبے ٹھیک اتریں۔

خدا کا جال وسیع ہے اور اگرچہ اس کے خانے بڑے ہیں، لیکن کوئی شئے ان میں سے نکل نہیں سکتی[۲]

---

[۱] صراطیت میں بہادری کی تعریف یہ ہے کہ انسان بلا وجہ اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالے۔ چونکہ صراطیت کا اصل الاصول عدم عمل ہے، اس لئے صراطی کے لئے شدت آمیز تہوّر کے ارتکاب کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

[۲] اگرچہ انسان کو اپنے اعمال میں آزادی حاصل ہے، لیکن قوانین فطرت اور مشیت ایزدی کے اصول سے کوئی مستثنیٰ نہیں اور اُن سے بچنے کا کسی شئے کو حق حاصل نہیں۔

(۷۴)

اگر لوگ موت[1] سے نہیں ڈرتے، تو انہیں موت سے کیوں ڈرایا جائے؟

اگر کوئی لوگوں کو موت سے ہمیشہ ڈراتا رہے اور جو طرح طرح کی ایجادیں کرتے ہیں اُن کو پکڑ کر مارتا رہے تو پھر کون ایسا کرنے کی ہمت[2] کرے گا۔

خاص جلاد[3] ایک ہوتا ہے جو قتل کرتا ہے۔ خاص جلاد کے بجائے قتل کا کام انجام دینا ایسا ہے جیسا ایک ہوشیار بڑھئی ہوئے بغیر لکڑی کاٹنے لگنا۔ ایک ماہر بڑھئی کے بسولہ چلانے کی نقل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہاتھ زخمی ہوں گے۔

---

[1] موت انسانی زندگی کا ایک عام واقعہ ہے۔ اس لئے سزائے موت ایک بے اثر سزا ہے، جسے ایک عاقل فرماں روا کو ترک کرنا چاہیئے۔

[2] اگر کوئی فرماں روا قتل و غارت گری کو اپنا شیوہ بنائے گا تو پھر اس کی جان کا بھی خطرہ ہے۔

۵۳ مارنے اور پیدا کرنے والا خدا ہے۔ اگر کوئی فرماں روا خدا کی جگہ لینا چاہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک اناڑی ایک ہوشیار بڑھئی سے بسولہ لے کر لکڑی کاٹنا شروع کر دے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لکڑی تو ٹھیک کٹے یا نہ کٹے۔ اس کے ہاتھ ضرور کٹیں گے۔ موت و ذلیت کے مظاہر صر الٰہی ہیں۔ ان میں مداخلت نامناسب ہے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۷۵)

لوگوں کے بھوکوں مرنے کی وجہ یہ ہے کہ اوپر والے ٹیکس پر ٹیکس لگا کر کھائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ان کے بھوکوں مرنے کی ہے۔

اگر لوگوں پر حکومت کرنا دشوار ہو گئی ہے تو اس کی وجہ اوپر والوں کی مداخلت ہے۔ اس وجہ سے حکومت دشوار ہو گئی ہے۔

اگر لوگ موت کو خطرہ میں نہیں لاتے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زندگی (کی شادمانیاں) حد سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ موت کو خطرہ میں نہیں لاتے۔

حقیقت میں زندگی کے لئے کچھ نہ کرنے میں زیادہ دانشمندی ہے بجائے زندگی کو عزیز رکھنے کے۔

تینوں بندوں میں تین برائیوں کی جانب اشارہ کیا ہے اور ہر برائی افراطِ عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ ان سب کا واحد علاج "عدم عمل" ہے، جو صراط کا اصل الاصول ہے۔

(٧٦)

پیدائش کے وقت انسان نرم اور کمزور ہوتا ہے، مرنے پر وہ سخت ہو جاتا اور اکڑ جاتا ہے۔

دس ہزار کائنات، پودے اور درخت جب زندہ ہیں، ملائم اور نازک ہوتے ہیں، مرنے پر وہ خشک ہو جاتے اور مرجھا جاتے ہیں۔

جو سخت اور اکڑا ہوا ہے وہ موت کا پیرو ہے، جو نرم اور کمزور ہے وہ زندگی کا پیرو ہے۔

چنانچہ جو ہتھیار حد سے زیادہ کڑا ہوتا ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جو درخت حد سے زیادہ سخت ہوتا ہے وہ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

جو چیز سخت اور کڑی ہے وہ نیچے رکھی جاتی ہے، جو ملائم اور کمزور ہے وہ اوپر رکھی جاتی ہے۔

اس باب میں نسوانیت کے محاسن صراطیت کے اصول کے مطابق سراہے گئے ہیں۔ نسوانیت کے خصوصیات

نرمی، کمزوری اور پستی، ہیں۔ برخلاف اس کے، رجولیت کے خصوصیات، سختی، قوت اور بلندی ہے، نسوانیت حیات کے مرادف ہے، رجولیت موت کی ہم معنی ہے۔

(۷۷)

صراطِ حق کمان کے کس قدر مشابہ ہے۔ جو حصّہ اوپر ہے وہ نیچے آجاتا ہے اور جو نیچے ہے وہ اُوپر چلا جاتا ہے۔ زیادتی میں کمی ہو جاتی ہے اور کمی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

صراط، افراط میں تفریط اور کمی میں زیادتی کر دیتا ہے۔ لیکن انسان کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں کمی ہے وہاں اور کمی اور جہاں زیادتی ہے وہاں اور زیادتی کرتا ہے۔

اپنی افراط کو دوسرے کی کمی پورا کرنے کے لئے کون نذر دے سکتا ہے، وہ جو صراط پر قائم ہے۔

چنانچہ عارف اپنے عمل میں (نتیجہ کی) پرواہ نہیں کرتا۔ جب کام ختم ہو جاتا ہے تو وہ پھر وہاں نہیں ٹھہرتا۔

عارف جمع نہیں کرتا۔ وہ اپنی ہر چیز کو دوسرے کی چیز سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کے پاس افراط ہی ہے اور دوسروں کو دینے کے بعد بھی کافی بچتا ہے۔

صراطِ حق سے فائدہ ہی ہوتا ہے نقصان

نہیں۔ عارف صرف عمل کرتا ہے جدوجہد نہیں کرتا۔

وہ اپنی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔

(۷۸)

کمزور زبردست پر غالب آتا ہے اور نرم سخت پر۔

اگرچہ ہر شخص یہ جانتا ہے مگر کوئی اس پر عمل نہیں کرتا۔ اس لئے ایک عارف کا قول ہے: "جو ریاست کا کوڑا کرکٹ[1] لیتا ہے وہ 'مٹی اور غلّہ کی قربان گاہ' کا مالک ہوتا ہے۔ جو ریاست کی ساری برائیاں اپنے سر اوڑھ لیتا ہے وہ آسمان کے نیچے سب کا بادشاہ کہلاتا ہے۔"

سیدھے[2] الفاظ پہیلی معلوم ہوتے ہیں۔

---

[1] جاگیرداروں کی مسند نشینی کے وقت بادشاہ کی قربان گاہ سے جسے "مٹی اور غلّہ کی قربان گاہ" کہتے تھے، ایک مٹی کا ڈھیلا (کوڑا کرکٹ) پیش کیا جاتا تھا، جس سے اس علاقہ میں بھی مٹی اور غلّہ کی قربان گاہ بنائی جاتی تھی۔

[2] صراطیت عام رسم و رواج کی ضد ہے۔ اس لئے اس کی ہر بات عجوبۂ روزگار معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ سیدھی سادی راہ صراطیت ہی کی راہ ہے۔

(۷۹)

اگرچہ بڑی شکایت دور ہو جائے لیکن پھر بھی یقیناً کچھ شکایت باقی رہے گی۔ دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات کیسے قائم رہ سکتے ہیں؟ شکایتوں کے عوض نیکی کرنے سے۔

اس لئے عارف اگرچہ حسابِ پٹی[1] کا بایاں نصف حصّہ رکھتا ہے، لیکن وہ لوگوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتا۔

صاحبِ فضیلت حسابِ پٹی[1] پر حاوی ہے جو فضیلت سے خالی ہے وہ وصول یابی پر مائل ہوتا ہے۔

صراطِ حق میں جانبداری سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ ہمیشہ دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات (کا موقع) پیدا کیا جاتا ہے۔

---

[1] بانس کے کھپچ پر خطوط کھینچ کر اور دو برابر حصّوں میں توڑ کر بایاں حصّہ قرضخواہ کو اور دایاں حصّہ قرضدار کو دیدیا جاتا تھا۔ بایاں حصّہ گویا قرض کا قبالہ تھا اور دایاں حصّہ قرض داری کی ذمہ داریاں ظاہر کرتا تھا۔ علیٰ ہذا عارف اگر بالا دست بھی ہو، تو وہ اپنی بالادستی سے قرضخواہ کی طرح ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتا،

بلکہ ہمیشہ عفو و درگذر سے کام لیتا ہے۔ قرض خواہ اور قرضدار میں بھی تذکیر و تانیث کی نسبت پائی جاتی ہے۔ قرضخواہ سخت گیر ہوتا ہے اور قرضدار کو سب کچھ سہنا پڑتا ہے۔

۲۔ صاحبِ فضیلت وہ ہے جو باوجود اپنے مطالبہ کا ثبوت رکھنے کے اور قرضدار سے اپنے واجبات وصول کرنے کی قوت رکھنے کے درگذر کرتا ہے۔ جبکہ فضیلت سے عاری شخص ہر حال میں قرضدار پر اپنی ڈگری تعمیل کراتا ہے۔

(۸۰)

چھوٹی سی آبادی میں جہاں تھوڑے سے باشندے آباد ہوں، وہاں اگر ایسے آلات موجود ہوں جو دس یا سو (آدمیوں) کا کام انجام دے سکیں، مگر لوگوں کو ترغیب دینا چاہیئے کہ انھیں استعمال نہ کریں۔

جہاں لوگوں کو ترغیب دی جائے کہ موت سے ڈریں اور دور دراز مقامات کا سفر نہ کریں۔

جہاں اگرچہ کشتیاں اور گاڑیاں موجود ہوں، لیکن ان میں لادنے کے لئے کچھ نہ ہو۔ جہاں اگرچہ زرہ بکتر اور ہتھیار موجود ہوں، لیکن ان کی (نمائش) قواعد پریڈ نہ کی جاتی ہو۔

جہاں لوگ رسی میں گرہ لگا کر حساب کرتے ہوں۔ (روکھی سوکھی) غذا کو خوش ذائقہ سمجھتے ہوں۔ (موٹے جھوٹے) کپڑوں کو پسند کرتے ہوں اور اپنے رسم و رواج کی پابندیوں میں مگن ہوں۔

جہاں اگرچہ پڑوس میں دوسری آبادی ہو جہاں سے مرغ کی بانگ اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی ہوں، لیکن جہاں کے باشندے بوڑھے ہو کر مر جاتے ہوں،

مگر ایک دوسرے سے جا کر نہ ملتے ہوں۔

---

[1] اس باب میں ایسی اچھوتی آبادی کی تصویر کھینچی گئی ہے جہاں نئی روشنی اور نئی تہذیب نہ پہونچی ہو۔

[2] جہاں لوگ پرانی رسموں پر چلتے ہوں۔ ڈوریوں میں گرہ لگا کر اپنا حساب رکھتے ہوں۔ غذا اور لباس کے اعتبار سے بھی سادی زندگی بسر کرتے ہوں اور اپنے گاؤں سے باہر قدم نہ نکالتے ہوں۔

(۸۱)

صاحبِ علم بکواس نہیں کرتا۔

جو بکواس کرتا ہے وہ صاحبِ علم نہیں ہوتا۔

جو صاحبِ خلوص ہے وہ تکلف نہیں کرتا۔

جو تکلّف کرتا ہے وہ صاحبِ خلوص نہیں ہوتا۔

جو نیک ہے وہ بحث نہیں کرتا۔

جو بحث کرتا ہے وہ نیک نہیں ہوتا۔

جو صاحبِ علم ہے وہ جوا[1] نہیں کھیلتا۔

جو جوا کھیلتا ہے وہ صاحبِ علم نہیں ہوتا۔

---

[1] ایک پرانے چینی کھیل میں بساط کی دو پٹریوں پر گوٹیں کھیلتے تھے۔ ہر پٹری ایک گلی یا راستہ کی قائم مقام تھی۔ چنانچہ دوراہوں پر چلنا اچھی اور بری دوراہوں پر بیک وقت چلنے کا مصداق ہے، جو کوئی صراطی نہیں کرتا۔

اس کھیل کی بساط سے پیش گوئی کا کام بھی لیا جاتا تھا جو صراطیت کے منافی ہے۔